ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

سلسلہ کی نیک نامی اور عزت وعظمت کا خیال رکھو

جس طرح ایک فرزند رشید اپنے باپ کی نیک نامی کو شہرت دیتا ہے اسی طرح بیعت کرنے والے کے لئے جو نیز فرزند کے حکم میں ہوتا ہے یہ لازمی امر ہے کہ اپنے اس بزرگ کی جس کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے نیک نامی کا باعث ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات کو قرآن شریف میں امہات المومنین فرمایا ہے گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عامتہ المومنین کے باپ ہیں کیونکہ جسمانی باپ زمین پر لانے اور حیات ظاہری کا موجب ہوتا ہے مگر روحانی باپ آسمان پر لے جاتا ہے اور اس اصلی مرکز کی طرف رہنمائی کرتا ہے جس میں ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس لئے کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو بدنام کرے، طوائف کے ہاں جائے یا قمار بازی کرتا پھرے اور شراب پیئے یا ایسے ہی دیگر افعال قبیحہ کا مرتکب ہو جو اس کے باپ کی بدنامی کا موجب ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ کوئی آدمی اس امر کو پسند نہیں کرتا لیکن اگر کوئی ناخلف بیٹا ایسا کرتا ہے تو پھر خلقت کی زبان بند نہیں کی جاسکتی۔ لوگ اس کے باپ کی طرف نسبت کر کے کہیں گے کہ فلاں شخص کا بیٹا فلاں بُرا کام کرتا ہے پس وہ ناخلف بیٹا خود ہی اپنے باپ کی بدنامی کا موجب ٹھہرتا ہے اسی طرح پر جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا ہے مگر پھر اس سلسلہ کی عظمت اور عزت کا خیال نہیں رکھتا اور اس کے احکام کے خلاف کرتا ہے تو وہ عند اللہ ماخوذ ہوتا ہے کیونکہ ایسی حرکت سے وہ نا صرف اپنے آپ کو ہی ہلاکت میں ڈالتا ہے بلکہ دوسروں کے خلاف بھی ایک بُرا نمونہ بن کر ان کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محروم رکھتا ہے۔۔۔۔ (تقریر 20 دسمبر 1897ء)

اداریہ

انسانیت اور رواداری کی ایک روشن مثال

وزیراعظم نیوزی لینڈ کا انتہائی جراتمندانہ اقدام

15 مارچ 2019ء نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ کی دو مساجد میں ایک انتہا پسند آسٹریلوی نے نماز جمعہ کے دوران بے گناہ نمازیوں پر بربریت کی جو انتہا کی اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ آسٹریلوی دہشت گرد نے نماز جمعہ کی ادائیگی کے دوران پچاس مسلمان شہید اور بیس سے زائد زخمی کردیئے۔ یہ امر سراسر نسلی منافرت پر مبنی تھا۔ نیوزی لینڈ کی وزیراعظم جیسنڈا آرڈرن کی اخلاص سے بھرپور انسانیت، محبت اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانا، اس دلخراش سانحہ میں ملوث قاتل کو ''دہشت گرد'' اور ''انتہا پسند'' قرار دینا، مسلمانوں کو گلے لگا کر اُن کے زخموں پر مرہم رکھنا اور ان کی ڈھارس باندھنا اور پھر فوری طور پر انتظامی اور قانونی اقدامات کرنا، مساوی شہریت اور مذہبی رواداری کا اظہار اور مزید یہ کہ امریکی صدر کو مسلم کمیونٹی سے محبت و ہمدردی کے اظہار کی صلاح دینا ہر طرح سے سراہنے اور خراج تحسین پیش کرنے کے قابل ہے۔ نیوزی لینڈ کے باشندوں نے بھی انسان دوستی اور احترام انسانیت کی انتہائی اعلیٰ مثال پیش کی اور عقیدہ و مذہب کے اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلم کمیونٹی اور ان کی مساجد کی حفاظت پر کمسر بستہ ہوگئے۔ نیوزی لینڈ کی قیادت، ان کے قومی و ریاستی اداروں اور عام شہریوں نے جس طرح اپنی آبادی کے ایک فیصد سے بھی کم حصہ پر مشتمل مسلم کمیونٹی کے ساتھ ہونے والے اس سانحہ پر ردعمل دکھایا اور مسلمانوں کی دلجوئی و ہمدردی کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، اس سے نہ صرف وہاں پر بسنے والے مسلمانوں بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے دلوں میں نیوزی لینڈ کی قیادت اور وہاں کی عوام سے حقیقی محبت پیدا ہوگئی ہے۔ نیوزی لینڈ نے جس نہج اور طریق پر منافرت کے خلاف قومی اتحاد کی مثال قائم کی وہ تمام دنیا کے معاشروں کے لئے قابل تقلید ہے۔ دراصل یہ اسلام ہی کی تعلیمات ہیں جن کو آج مسلمان تو بھلا چکے ہیں لیکن جدید دنیا کا باشعور انسان ان کی طرف راغب ہوتا چلا جارہا ہے۔ اسلام کی تعلیمات تو سراسر سلامتی ہی سلامتی ہیں۔ اس کی تعلیمات تو یہاں تک کہتی ہیں کہ کسی ایک انسان کا خون بہانا پوری انسانیت کے خون بہانے کے مترادف ہے (المائدہ 32:5)۔ انسانیت سے محبت کو اسلام نے اس بام عروج تک پہنچایا کہ انسانی جان کی حرمت کو حرم پاک کی حرمت کے مترادف قرار دیا (ابوداؤد)۔ اور حضور اکرمؐ نے ایمان کی وسعت کو یہاں تک بڑھایا کہ انسان کے ہر اس عمل کو جس سے نسل انسانی کو فائدہ پہنچتا ہو یہاں تک کہ رستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا بھی ایمان کی صفات میں شامل فرمادیا (مسلم)۔ اور انسان کی محبت کو اپنے بھائیوں کے لئے یہاں تک بڑھایا کہ جس چیز کو انسان اپنے لئے پسند کرتا ہے اسی کو دوسرے کے لئے پسند کرے اور جسے اپنے لئے نہیں چاہتا اس کو دوسرے کے لئے بھی نہ چاہے۔ (بخاری)

سانحہ کرائسٹ چرچ کے ردعمل کے ذریعہ نیوزی لینڈ کی وزیراعظم نے عملی طور پر قرآن کے اس حکم کو کہ ''جب لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو'' (النساء 58:4) پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو یہ یاد دلایا ہے کہ اسلام حقیقی معنوں انصاف، رواداری اور سلامتی کا مذہب ہے۔ سلامتی اپنے لئے اور سلامتی سب کے لئے۔ اب مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ اس واقعہ سے سبق سیکھتے ہوئے جہاں جہاں ان کی حکومت ہے انصاف کو قائم کرنے کی کوشش کریں اور اقلیت اور اکثریت کے معیار کو ایک طرف رکھتے ہوئے یکسو اور پرعزم ہوکر انسانیت کی حفاظت کی طرف توجہ کریں کیونکہ قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی معاشرہ اور ریاست وہی ہوسکتی ہے جہاں انصاف کو معیار بنایا جائے نہ کہ عقیدہ کو سیاسی اور معاشی مفادات کا آلہ کار بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام دنیا کو امن اور انسانیت کی جانب قدم اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(م۔ح۔د)

دنیا میں امن آنے کی کوئی امید ہے تو وہ اسی تعلیم سے ممکن ہوسکتی ہے جو حضرت مجدد صد چہاردہم لے کر آئے

خطبہ جمعۃ المبارک، فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 22 مارچ 2019ء، بمقام جامع دارالسلام، لاہور

ترجمہ: ''اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر حق کے ساتھ پڑھ دو، جب انہوں نے کوئی قربانی پیش کی سو وہ ان دونوں میں سے ایک سے قبول کی گئی اور دوسرے سے قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا میں ضرور تجھے قتل کروں گا۔ (اس نے) کہا اللہ صرف متقیوں سے قبول کرتا ہے۔ اگر تو میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا کہ مجھے قتل کردے میں اپنا ہاتھ تیری طرف نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے''۔

(المائدہ 5:27:28)

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے یہ مقرر کردیا کہ جو کوئی کسی جان کو بغیر جان کے (بدلہ کے) یا زمین میں فساد کے مار ڈالے تو گویا اس نے سب لوگوں کو مار ڈالا اور جو کوئی اس کو زندہ رکھے تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا۔۔۔۔۔'' (المائدہ 5:32)

ان آیات کا خطبہ کے لئے انتخاب کرنے کے پس منظر میں وہ واقعہ ہے جس سے آپ سب واقف ہیں جو کرائسٹ چرچ نیوزی لینڈ میں 15 مارچ یعنی پچھلے جمعہ کو ہوا، جس میں پچاس مسلمان جو مسجد میں عبادت کے لئے حاضر تھے ان کو شہید کر دیا گیا اور تقریباً اتنے ہی لوگ زخمی ہوئے اور ہسپتالوں میں داخل کیے گئے۔ **میں یہ کہتا چلوں کہ نیوزی لینڈ کے اس واقعہ کا تمام دنیا پر اثر ہوا لیکن مجھ پر اس کا بہت گہرا اثر ہوا کیونکہ اس ملک میں چھ سال میں نے قیام کیا اور میں نے اپنی نظروں سے دیکھا ہوا ہے کہ وہ کس قدر پر امن ملک ہے اور کس قدر وہاں کے لوگ اچھے ہیں۔ میں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ تقریباً سارے شہروں کی سیر کی اور کرائسٹ چرچ کو ہم دونوں نے نیوزی لینڈ کا سب سے خوبصورت اور پر امن شہر قرار دیا۔ دیکھیں! اس پُر امن شہر کو ایک شیطان فطرت انسان نے چند منٹوں میں کیسے ابتر بنا دیا۔** اس کے بعد اس شخص کی شیطانی حرکت سے متاثر ہو کر آسٹریلیا میں اور برمنگھم کی مساجد میں بھی ایسے ہی حملے ہوئے اور پھر دو دن پہلے پاکستان کا واقعہ ہے کہ ایک شاگرد کے ہاتھوں اپنے ہی استاد کا خون چاقو کے وار کر کر کے ہوا اور اسی طرح حال کی تاریخ میں بہت سے واقعات ہیں جن میں لاہور کی دو عبادت گاہوں میں جمعہ کے دن سو کے قریب لوگ شہید کر دیئے گئے۔ **لیکن یہاں جو قابل تعریف بات ہے اور ہم سب اس کی قدر کرتے ہیں کہ نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم نے انسانیت کے کردار کا ایک بہت اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔** اس نمونہ کی ہم روزانہ، بار بار ٹیلی ویژن پر جھلکیاں دیکھتے ہیں۔ اور ایک قاتل کے ہاتھوں لوگ شہید ہوتے بھی بار بار دکھائے جاتے ہیں۔ اس کے ہاتھوں مسلمانوں کو شہید ہوتے دیکھ کر بار بار ہمارے دل پر زخم لگتا ہے۔ **نیوزی لینڈ کی خاتون وزیر اعظم کے رویہ، تقاریر اور انسانوں سے ہمدردی دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اسلام کا اصلی نمونہ اسی خاتون نے پیش کیا ہے۔**

اور بہت سے ممالک میں بھی اس طرح کے قتل ہوئے۔ ہر دین کے لوگوں نے دوسرے دین کے لوگوں کو قتل کیا لیکن ایسی بہادری سے آگے آکر ہمدردی کرنے والی شاید یہ ایک واحد شخصیت ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے ٹیلی ویژن پر دیکھ رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے میری توجہ ایک ریسرچ کی طرف جاتی ہے جو جارج واشنگٹن یونیورسٹی (George Washington University) میں کی گئی۔ جس میں ایک فہرست قرآن کی روشنی میں مرتب کی گئی کہ ''معیاری مسلمانوں میں کیا خصوصیات ہونی چاہئیں'' اور دنیا کے تمام

ممالک میں کس ملک کے باشندے بلامذہبی شناخت کے اس معیار پر اترتے ہیں۔اس ریسرچ میں نیوزی لینڈ کے باشندوں نے اوّل درجہ حاصل کیا اور یوں نیوزی لینڈ سب سے زیادہ اسلامی احکامات ماننے والا ملک ثابت ہوا اور اس خاتون نے بھی اپنے رویہ سے یہ ثابت کردیا کہ اگر ہم اسلام کو قرآن کی روشنی میں دیکھیں تو ہم کسی طرح بھی یہ نہیں تصور کرسکتے کہ یہ خاتون اسلام کے نمونہ پر چلنے والی شخصیت نہیں ہیں۔

چند الفاظ کی مختصر تفسیر:

خطبہ کے شروع میں جس رکوع سے میں نے تلاوت کی اُس میں سے کچھ آیات میں نے وقت کی کمی کی وجہ سے تلاوت نہیں کیں۔اس رکوع میں چند الفاظ ایسے ہیں جن کی طرف میں توجہ دلاؤں گا اور مختصراً ان کی تفسیر بھی بیان کروں گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

(الف):وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ (ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر حق کے ساتھ پڑھ دو)

حق وہ چیز ہوتی ہے جس میں شک کی گنجائش نہ ہو۔اللہ تعالیٰ الحق ہے اور وہ رسول کریم سے فرما رہا ہے کہ یہ بات جو سچی اور برحق ہے اُسے سچائی کے ساتھ ان کو پڑھ کر سنادو۔

(ب): قربانی کا لفظ ق۔ر۔ب سے اخذ ہوتا ہے اور اس ہی سے لفظ قرب نکلا ہے۔لہذا قربانی وہ ذریعہ ہے جس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اس قرب میں بھی اگر کوئی ''ڈنڈی مارنے'' لگ جائے تو ظاہر ہے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔

(ج): وَمَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ (جو کوئی کسی جان بغیر جان (کے بدلہ کے) یا زمین میں فساد کے مار ڈالے)۔نفس صرف انسانی جان کو کہتے ہیں۔قتل بہت سنگین جرم ہے اور اس کی سزا بھی بڑی ہوتی ہے اور یہ ریاست کا اختیار ہوتا ہے کہ وہ کس جرم کو کتنا سنگین قرار دیتی ہے اور اس جرم کی کیا سزا تجویز کرتی ہے۔

آدم کے دو بیٹوں کے قصہ میں انسانیت کے لئے عظیم سبق:

اس مقام پر دو بھائیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو آدم کے بیٹے تھے۔ایک بائیبل کی رو سے Abel ہے جس کو اُردو میں 'ہابیل' کہا جاتا ہے۔یہ اچھا بھائی ہے اور دوسرا Cain، قابیل، جو بُرا بھائی ہے۔ان کا قصہ بائیبل میں شامل کر کے ہمیشہ کے لئے تاریخ رقم کردی اور پھر قرآن میں بھی اس کا نزول دہرایا گیا ہے۔کیونکہ اس واقعہ کی بہت بڑی اہمیت ہے۔یہ دنیا کا پہلا قتل ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو آئندہ تمام نسلوں اور تمام زمانوں میں دیکھی جانے والی تخریب کاری اور قتل ہوئے اُن تمام کی بنیاد ہے۔ایک قربانی جو ہابیل نے کی اُس کا اللہ تعالیٰ کا قبول کرلینا اور قابیل کی قربانی کو رد کردینا اس واقعہ کا پسِ منظر ہے۔قرآن میں یوں آیا ہے کہ ''جب انہوں نے کوئی قربانی پیش کی سو وہ ان دونوں میں سے ایک سے قبول کی گئی اور دوسرے سے قبول نہ کی گئی''۔

بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہابیل گلہ بانی کا کام کرتا تھا۔اس نے جب قربانی کی تو اس نے بہترین جانور اللہ تعالیٰ کو پیش کئے اور قابیل جو کاشتکاری کا کام کرتا تھا اس نے قربانی دیتے وقت اپنی سڑی ہوئی سبزیاں اور بوسیدہ فصل پیش کی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں رد کردی گئی۔اس سے اس کے دل میں اپنے اچھے بھائی کے لئے نفرت پیدا ہوگئی۔یہ انسانی فطرت ہے کہ اچھوں کے لئے بُروں کے دل میں نفرت پیدا ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ 'اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (اللہ صرف متقیوں سے قبول کرتا ہے)''۔

ان دو بھائیوں کے واقعہ میں اچھائی اور برائی کا نمونہ نظر آتا ہے۔اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا پیغام دیا ہے۔

خطبہ کے آغاز میں میں نے جس آیت کا کچھ حصہ تلاوت کیا اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بنا دیا کہ جو کوئی کسی جان کو بغیر جان کے (بدلہ کے) یا زمین میں فساد کے مار ڈالے تو گویا اس نے سب لوگوں کو مار ڈالا اور جو کوئی اس کو زندہ رکھے تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا'' ایک آدمی کو قتل کرے گا تو وہ گویا تمام انسانیت کو قتل کرے گا۔اور

جو ایک کو بچائے گا گویا وہ تمام انسانیت کو بچائے گا۔ جب ہم بائیبل میں یہ الفاظ تلاش کرتے ہیں تو وہاں نہیں پاتے۔ یہ الفاظ وہاں سے تحریف کے عمل کی وجہ سے جو بائیبل میں کی گئی ہے، نکال دیئے گئے ہیں۔ لیکن بائیبل کے ساتھ ساتھ یہود کے درمیان ایک اور کتاب مقبول سمجھی جاتی ہے بلکہ اسے بائیبل پر فوقیت دی جاتی ہے۔ اس کا نام ''تالمود'' ہے۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت جو آپؑ پر نازل ہوئی کی تفسیر جو آپؑ نے خود فرمائی وہ لکھی گئی ہے۔

تمام انسانیت کے قتل کا مفہوم:

تالمود میں یہ قصہ تقریباً قرآن کے الفاظ میں ہی درج ہے اور یوں قرآنی آیت کا برحق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جب ہم تالمود کو پڑھتے ہیں تو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تمام قوموں کو خاص کر بنی اسرائیل کو اس واقعہ کا ذکر کر کے تنبیہہ کی ہے کہ اگر تم ایک انسان کو قتل کرو گے تو پھر یوں سمجھو کہ تم نے تمام انسانیت کا قتل کر دیا اور ایک کو بچالیا تو یوں سمجھو کہ تم نے تمام انسانیت کو بچالیا۔ کیونکہ یہ دنیا کا سب سے پہلا قتل تھا اور یوں اس تنبیہہ کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے بعد تمام قتلوں کی اور تمام تخریب کاریوں کی ابتداء ہوئی تو یہ واقعہ تمام دنیا کے قتل و غارت کی بنیاد سمجھا گیا۔ بنی اسرائیل کے واقعات میں نبیوں کے قتل کرنے کا ذکر قرآن میں آتا ہے۔ یہ واقعہ تنبیہ کی خاطر قرآن میں بیان کیا گیا کہ اب تم منصوبے بنا رہے ہو کہ نبی کریم صلعم کو بھی اپنے ہاتھوں سے قتل کرو گے۔ تو اس طرح ان کو ایک آگاہی کی گئی کہ رسول کریم صلعم کا قتل کرنا یوں ہوگا جیسے تمام انسانیت کا قتل کر دو گے اور آپؐ پر ایسے وار نہ کرنا اور آپؐ کی زندگی کے در پے نہ ہونا ورنہ تمام انسانیت کا قتل تمہارے ذمہ ہوگا کیونکہ آپؐ کے وجود مبارکہ کے ساتھ تمام انسانیت وابستہ ہے۔ اگر نَعُوْذُ بِاللّٰہ ثُمَّ نَعُوْذُ بِاللّٰہ آپؐ قتل ہو جاتے تو پھر ایک طرح سے تمام انسانیت کا قتل واقع ہو جاتا کیونکہ انسان کی دینی تعلیم اس کی بقا ہے جس کی وجہ سے انسان کو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اگر اس کا منبع کو درمیان سے اٹھا دیا جاتا تو تمام انسانیت کا قتل ہو جاتا۔

اگر ایک قتل کسی قوم، کسی گھرانے، کسی شہر میں ہو جاتا ہے تو ماحول میں ایک ہل چل سی مچ جاتی ہے اور یوں محسوس ہونے لگ جاتا ہے کہ ہمیں تو اس معاشرہ میں کچھ تحفظ نہیں مل رہا۔ یہ کیفیت قدرتی طور پر دلوں پر گزرتی ہے خاص کر جہاں مظلوم کی شنوائی نہیں ہوتی اور ظالم کی سنی جاتی ہے۔ سالہا سال قتل کے مقدمات میں ظلم کے متاثرین مقدمہ کی پیروی کرتے رہتے ہیں اور ناانصافیاں دیکھتے رہتے ہیں اور ان کے نمونہ کو دیکھ کر باقی سب کو محسوس ہوتا رہتا ہے کہ اس سوسائٹی میں مجرم کو تو تحفظ مل رہا ہے لیکن جس پر ظلم ہوا اس کو نہیں مل رہا۔

کسی معاشرہ میں ایک دوسرے کا احترام کرنے کی روایت ایک لمبے عرصہ میں بنتی ہے۔ جو روایت چلتی ہے اسے بننے میں بہت سال لگتے ہیں اور اگر کسی وجہ سے اس روایت کو مٹا دیا جائے تو پھر اس کو دوبارہ قائم کرنے میں ایک لمبا عرصہ لگتا ہے۔

ہمارا ملک جو اللہ تعالیٰ کے احسان اور اُس کی عنایت سے ہمیں حاصل ہوا اس کی بقا اور سلامتی کے لئے، میری دعا ہے کہ یہ بھی نیوزی لینڈ کی مثال کو اپنے ذہنوں میں رکھتے ہوئے اپنے اندر تبدیلیاں لائے۔ ہمارا نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم سے کوئی ذاتی رشتہ نہیں۔ جو لوگ شہید ہوئے اُن کے ساتھ اس کا کوئی رشتہ نہیں۔ لیکن اس نے ایسا درد اپنے اندر رکھ کر متاثرین کو تسلی اور ان کو ہمت دلائی جیسے اس کے اپنے بھائی بہن یا بچے قتل ہوئے ہوں۔

تین کبیرہ گناہ:

حدیث شریف میں تین کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے یعنی شرک، قتل اور والدین کی نافرمانی۔ بچے توجہ کریں کہ والدین کے حقوق کو اللہ کے رسولؐ نے کتنی اہمیت دی ہے۔

ان آیات میں جب قابیل بھائی کا قتل کر ڈالتا ہے تو جرم چھپانے کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ نیکی تو اس کے دل میں فوراً نہیں آئی، اس کو تو لاش چھپانی تھی۔ وہ ایسا سوچتا ہے کہ میں کچھ ایسا کروں کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔ تو پھر ایک کوے نے آکر قبر کھودی اور اس میں ایک دوسرا مرا ہوا کوا دفنا دیا۔ تو یوں اس نے اس مشاہدہ سے سبق سیکھ کر اپنے بھائی کو بھی دفنا دیا اور اس نے کہا **"پر افسوس مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ اس کوے کی مانند ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپاتا تب وہ پچھتانے والوں میں سے ہوا"۔**

میں ایک تفسیر پڑھ رہا تھا جس میں توجہ دلائی کہ وہ پچھتانے والا یوں نہ بنا کہ ہائے میں نے اپنے بھائی کا قتل کر دیا۔ اس کا پچھتاوا یہ تھا کہ ہائے مجھ سے تو یہ کوا زیادہ عقلمند نکلا۔ تو وہ تفسیر اس کے قتل کرنے کے بعد نادم ہونے کو نہیں مانتی۔ لیکن اگر وہ نادم ہو گیا تو پھر ہم اس کا موازنہ اس آدمی سے کریں گے جس کا نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم کہتی ہیں کہ میں اب ساری زندگی اُس شخص کا نام اپنی زبان سے نہیں لوں گی۔ **قابیل تو اکثر تفاسیر کے مطابق نادم ہوا لیکن جو نیوزی لینڈ والا سنگ دل شخص ہے نادم بھی نہیں ہوا۔ عدالت میں مسکراتا ہوا بیٹھا تھا اور اپنے ہاتھوں سے وہ نشانات بنا رہا تھا جو سفید فام لوگوں کے علاوہ باقی رنگت اور نسل کے لوگوں کے لئے مخصوص خیال اور تعصب کرنے والے بناتے ہیں۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ شخص نفس امارہ کا بدترین نمونہ ہے۔**

آدم کے دو بیٹوں میں نفس امارہ اور نفس مطمئنہ کا نمونہ:

حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ اگر نفس امارہ نہ ہوتا تو دنیا میں قتل و غارت نہ ہوتی، لوگ جھوٹ نہ بولتے، چوری ڈاکے نہ ہوتے۔ لیکن یہ نفس امارہ کی وجہ ہی ہے جو انسان کو اللہ اور رسول کی اطاعت یا کسی اور نیکی کی بات کا احساس تک نہیں ہونے دیتا۔ اس لئے اگر کوئی رسول اور اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو وہ ایک طرح کا اپنے نفس کے ساتھ دشمنی کرتا ہے جیسا کہ اس نے اپنے نفس کو قتل کر دیا۔ اگر وہ رسول کریم صلعم کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ اس کے نفس کو ایک نئی زندگی ملتی تو یوں سمجھیں کہ اس نے ساری دنیا کو ایک زندگی بخش دی کیونکہ اس شخص کے زیر اثر جتنے لوگ آئیں گے ان کو اللہ تعالیٰ ایک روحانی زندگی بخشے گا۔ اور اس کو نفس مطمئنہ کے اعلیٰ مقام حاصل کرنے میں کامیاب کرے گا۔ نفس امارہ اور نفس مطمئنہ کی مثالیں آدمؑ کے دو بیٹوں کی طرح ہی ہیں۔ ایک طرف گناہ اس حد تک کہ بھائی تک کی زندگی لے لینا اور محسوس تک نہ کرنا۔ دوسری طرف ایسا نمونہ کہ قتل ہونے والا بھائی تقویٰ کا ساتھ نہ چھوڑے اور کہہ دے کہ اگر تو میری طرف اپنا ہاتھ بڑھائے گا کہ مجھے قتل کر دے میں اپنا ہاتھ تیری طرف نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قاتل ہوتا ہے اس کے دل میں اللہ کا خوف نہیں ہوتا اور اس کے برعکس متقیوں کے دل اللہ کے خوف سے لبریز ہوتے ہیں۔

شیطان برائی کی ترغیب دیتا ہے۔ اور اپنی پیروی کرنے والے ان گنت لوگوں کو روحانی مردہ بنا رہا ہے۔ اس طرح وہ تمام انسانوں پر اپنا اثر ڈالنا چاہتا ہے تا کہ تمام لوگوں کو مردہ بنا دے۔ اس کے برعکس اللہ کے جو ولی ہیں وہ زندہ رہتے ہیں اور ان گنت لوگوں کو ان کے ذریعہ روحانی زندگی بخشی جاتی ہے اور اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے راہ میں زندگی بخش بن جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے بہتوں کو زندگی عطا کرتا ہے۔

ہمارے لئے مسیح موعودؑ کی تعلیم:

اب ہم مسیح موعودؑ کی تعلیم کی طرف آتے ہیں کیونکہ یہ نہ صرف میرا بلکہ تمام جماعت کے ہر فرد کا پکا یقین ہے کہ اگر یہ تعلیم جو ہمارے زمانے کے امام ہمارے پاس لے کر آئے اس پر عمل کیا ہوتا تو اس وقت تمام دنیا کو اللہ تعالیٰ نے ایک روحانی زندگی عطا فرمائی ہوتی۔ آپؑ اسلام کا صحیح نمونہ ہمارے پاس لے کر آئے۔ اس تعلیم پر ہماری جماعت نے خاص کر انگلینڈ میں اسلام

(I.S.L.A.M) کومقطعات کی اصطلاح میں پیش کرتے ہوئے ایک جملہ (MOTO)اختیار کیا ہے۔جس کا استعمال دنیا بھر میں ہورہا ہے۔خاص کر سید ناصر احمد صاحب کی تحریرات میں۔اس موٹو میں اسلام جس کی مقطعاتی صورت (I-S-L-A-M) ہے کا مطلب "I shall love all mankind" لیا گیا ہے۔یہ موٹو حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیمات کی بہترین عکاسی کرتا ہے۔

آپ کی تعلیم کیا ہے:

آپؑ لاکراہ فی الدین(دین میں کوئی جبر نہیں) پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔آپ اس بات پر بھی مکمل یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے، اور یوں وہ تمام عالمین کا رب ہے نہ کہ صرف مسلمانوں کا اور وہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ جس کتاب کا آغاز الرحمٰن اور الرحیم سے ہوتا ہے وہ اس بات کو واضح کر دیتی ہے کہ جو رب العالمین اپنے آپ کو الرحمٰن اور الرحیم کہتا ہے وہ کبھی کسی تخریب کاری کی حمایت نہیں کرسکتا اور جو انسان کسی کو قتل کر کے سمجھتا ہے کہ اس نے نیکی کی وہ نیک نہیں ہوسکتا۔

میں آخر میں حضرت صاحب کی کتاب ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' کے صفحہ 11 سے 13 تک پڑھ کر سناتا ہوں جو ہماری جماعت کی تعلیم پیش کرتی ہے۔کاش اس تعلیم پر دنیا والے عمل کریں تا کہ دنیا میں امن قائم ہو جو ہمارے امام کی زندگی کا مقصد اور مشن تھا۔آپ فرماتے ہیں:

''کیا یہ نیک کام ہوسکتا ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنے خیال میں بازار میں چلا جاتا ہے کہ اور ہم اس قدر اس سے اتنے بے تعلق ہیں کہ نام تک بھی نہیں جانتے اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے مگر تاہم ہم نے اس کے قتل کرنے کے ارادہ سے ایک پستول اس پر چھوڑ دیا۔کیا یہی دینداری ہے؟اگر یہ کچھ نیکی کا کام ہے تو پھر درندے ایسی نیکی کے بجالانے میں انسانوں سے بڑھ کر ہیں۔سبحان اللہ وہ لوگ کیسے راست باز اور نبیوں کی روح اپنے اندر رکھتے تھے کہ جب خدا نے مکہ میں ان کو یہ حکم دیا کہ بدی کا مقابلہ مت کرو اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کیے جاؤ۔پس وہ اس حکم کو پا کر شیر خوار بچوں کی طرح عاجز اور کمزور بن گئے۔گویا نہ ان کے ہاتھوں میں زور ہے نہ ان کے بازوؤں میں طاقت ہے۔بعض ان میں سے اس طور پر بھی قتل کیے گئے کہ دو اونٹوں کو ایک جگہ کھڑا کر کے ان کی ٹانگیں مضبوط طور پر ان اونٹوں سے باندھ دی گئیں اور اونٹوں کو مخالف سمت میں دوڑایا گیا۔پس وہ ایسے چر گئے جیسے گاجر یا مولی چیری جاتی ہے''۔ *

حضرت صاحبؑ کے زمانہ میں جو حالات تھے اور جہاد کی تعلیم دی جارہی تھی اس کے مطابق آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''ان تمام واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے اور اب وہ خیال کرتے ہیں کہ گویا تمام دنیا ان کا شکار ہے۔انہوں نے انسانی ہمدردی کے سبق میں سے کبھی ایک حرف بھی نہیں پڑھا۔بلکہ ان کے نزدیک خواہ مخواہ ایک غافل انسان پر پستول یا بندوق چلا دینا اسلام سمجھا گیا ہے۔ان میں وہ لوگ کہاں ہیں جو صحابہؓ کی طرح ماریں کھائیں اور صبر کریں۔کیا خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم خواہ مخواہ بغیر ثبوت کسی جرم کے ایسے انسان کو کہ نہ ہم اسے جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے۔غافل پا کر چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کردیں یا بندوق سے اس کا کام تمام کریں۔کیا ایسا دین خدا کی طرف سے ہوسکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ یونہی بے گناہ، بے جرم، بے تبلیغ، خدا کے بندوں کو قتل کرتے جاؤ اس سے تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔افسوس کا مقام ہے اور شرم کی جگہ ہے کہ ایک شخص جس سے ہماری کچھ سابق دشمنی بھی نہیں بلکہ روشناسی بھی نہیں وہ کسی دوکان پر اپنے بچوں کے لئے کوئی چیز خریدرہا ہے یا اپنے اور جائز کام میں مشغول ہے اور ہم نے بے وجہ، بے تعلق اس پر پستول چلا کر ایک دم میں اس کی بیوی کو بیوہ اور اس کے بچوں کو یتیم اور اس کے گھر کو ماتم کدہ بنا دیا''۔

اب ہم یہی کہیں گے کہ دنیا میں امن آنے کی کوئی امید ہے تو وہ اسی تعلیم سے ممکن ہوسکتی ہے جو حضرت صاحبؑ ہمارے لئے لائے۔اس وقت مسلمانوں

*(یاد رہے کہ اُس زمانہ میں رسول کریم صلعم کے صحابہؓ میں ایسی ہستیاں موجود تھیں جو ایمان کے ساتھ طاقت اور تلواریں بھی رکھتی تھیں لیکن اللہ کے حکم کی وجہ سے انہوں نے اپنے اوپر ظلم برداشت کئے لیکن ہاتھ نہ اٹھائے)

میں غصہ بھی ہوسکتا ہے بدلہ لینے کا جوش بھی۔ ہمارے لئے ایک ہی سبق ہے اور وہ قرآن کی تعلیم ہے کہ ہمیں صبر دکھانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب کو محفوظ رکھے اور اللہ تعالیٰ اس دنیا کو اس پیغام کو جو ہمارے امام لائے اس کو قبول کرنے کی طرف توجہ دلائے۔ کیونکہ اگر ہم شیطان کے راستے پر چلیں یا اس شیطان صفت انسان کا نمونہ اپنائیں گے جس نے نیوزی لینڈ میں نہتے مسلمانوں کو مسجد میں شہید کیا یا حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کا تو ہم قرآن کی سورۃ المجادلہ آیت 19 کے مصداق ہو جائیں گے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ شیطان کا گروہ ہیں۔ دیکھو شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں'' اور دوسری طرف ہمارے پاس اسی سورۃ کی آیت 22 کا نمونہ ہے جس میں فرمایا گیا ہے: ''اللہ تعالیٰ اُن سے راضی اور وہ اس سے راضی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ سنو! اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی کامیاب ہوگا''۔

اب ہمارے پاس ایک اچھے بھائی ہابیل اور ایک بُرے بھائی قابیل کے نمونے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قابل بنائے کہ ہم اچھے نمونہ کی طرف توجہ رکھیں اور اُس تعلیم کو مضبوطی سے پکڑ رکھیں جو قرآن ہمیں دیتا ہے اور رسول کریم صلعم کا نمونہ ہمیں سکھاتا ہے اور اس پر عمل کریں۔ اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا گروہ سمجھے اور ہماری مدد فرمائے اور ہمیں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

دعا:

ہم دعا کریں گے ان تمام لوگوں کے لئے جو نیوزی لینڈ میں شہید ہوئے اور ہوسکتا ہے ان کی شہادت تمام دنیا میں ایک نئی تبدیلی لے آئے اور اس تبدیلی کی وجہ سے اس دنیا کے دور دراز مغربی کونے سے اسلام کا سورج طلوع ہو۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی بخشش کرے۔ جہاں جہاں ان کے رشتہ دار اور دوست احباب ہیں ان تمام کو صبر عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

دِل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی

دُنیا کی حِرص و آز میں کیا کُچھ نہ کرتے ہیں
نقصاں جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں
زر سے پیار کرتے ہیں اور دِل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں
جب اپنے دلبروں کو نہ جلدی سے پاتے ہیں
کیا کیا نہ اُن کے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں
پر اُن کو اُس سجن کی طرف کچھ نظر نہیں
آنکھیں نہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں
اُن کے طریق و دَھرم میں گو لاکھ ہو فساد
کیسا ہی ہو عیاں کہ وہ ہے جھوٹ اعتقاد
پر تب بھی مانتے ہیں اُسی کو بہر سبب
کیا حال کر دیا ہے تعصّب نے، ہے غضب
دِل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی
ترک اس عیال و قوم کو کرنا نہیں کبھی
اے غافلاں وفا نہ کند ایں سرائے خام
دُنیائے دُوں نماند و نماند بہ کس مدام

☆☆☆☆

آخری قسط

بیعت ایک عہدِ جہاد اور حضرت اقدسؑ کی قائم کردہ دس شرائط بیعت کی تفصیل

از ملک بشیر اللہ خان راسخ (راولپنڈی)

چوتھی شرط

''نفسانی جوشوں سے خلق اللہ کو ناجائز تکلیف نہ دے گا''۔ جب تک انسان کو ابتلاء کی برداشت نہ ہو اور ہر طرح سے وہ اس میں ثابت قدمی نہ دکھا سکتا ہو تب تک وہ میری بیعت میں نہیں ہے۔ شرف انسان کو وفا کے ساتھ ہے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''ابراھیم الذی وفی'' آگ میں ڈالے گئے۔ آپ نے قبول کیا۔ خدا نے کہا بی بی اور بچے کو جنگل میں چھوڑ دے۔ جہاں پانی اور کھانے کا سامان نہ تھا ہر ابتلاء قبول کیا گویا عاشق خدا تھا کوئی نفسانی غرض نہ تھی۔ تمہارے واسطے صاحبزادہ عبدالطیفؒ کا واقعہ اسوۂ حسنہ ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے خدا تعالیٰ کے لئے کسی بات کی پرواہ نہ کی، نہ بیوی کی نہ بچے کی نہ مال اور جائیداد کی۔ صاحبزادہ صاحب نے فیصلہ کرلیا کہ ان سب باتوں پر ایمان مقدم رکھوں گا جب آپ کو بیعت سے انکار نہ کرنے پر آپ کو گرفتار کرنے آئے (الہام ہتھکڑیاں بازوؤں میں دیکھتا ہوں) تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ بیوی بچوں کے پاس سے ہو آویں۔ آپ نے فرمایا میرا ان سے کیا تعلق ہے۔ خدا سے میرا تعلق ہے سو اُس کا حکم آن پہنچا ہے سو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ ہر چیز کی اصلیت امتحان کے وقت ہوتی ہے یہی سچا قطع تعلق خدا سے رضا کے لئے ہے جس کی مومن کو ضرورت ہے یقین جانو جو صاحبزادہ عبدالطیف جیسا نہیں ہے وہ اس سلسلہ میں نہیں ہے۔ سب آسائشات بھی ہوں انجام فنا ہے۔ مردانہ وار زندگی یہ ہے کہ فرشتے بھی تعجب کریں۔

پانچویں شرط

''کسی رنج و راحت، کسی تنگی فراخی، دکھ میں ذلت میں مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں تیار رہے گا۔ کسی مصیبت کے وقت منہ نہ موڑے گا اللہ کی مرضی جان کر قدم آگے بڑھائے گا''۔

ایمان وہ ہے کہ سارا جہاں مخالف ہو جائے، ہر طرف سے سانپ بچھو کاٹیں، ہر گوشہ سے بجلی گرے، ہر جگہ سے دُکھ ہو مگر ایمان متزلزل نہ ہو۔ مگر یہ لوگ ہیں جو ذرا بھی کسی شخص نے دھمکایا تو دین ہی چھوڑ دیا۔ خدا تعالیٰ دکھوں اور مصیبتوں کے وقت میں اپنے پیارے بندوں کے دل پر نور اُتارتا ہے جس سے وہ قوت پا کر نہایت اطمینان سے مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں اور حلاوت ایمانی سے اُن زنجیروں کو بوسہ دیتے ہیں جو اس کی راہ میں ان کے پیروں میں پڑیں۔ جب باخدا آدمی پر بلائیں نازل ہوتی ہیں اور موت کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے رب کریم سے خوامخواہ کا جھگڑا شروع نہیں کرتا کہ مجھے ان بلاؤں سے بچا۔ محبّ بلا کے اترنے سے اور قدم آگے بڑھاتا ہے اور ایسے وقت میں جان کو ناچیز سمجھ کر اور جان کی محبت کو الوداع کہہ کر اپنے مولیٰ کی مرضی کا مکمل تابع ہو جاتا ہے۔ اس کی رضا چاہتا ہے۔ اسی کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یعنی خدا کا بندہ اپنی جان خدا کی راہ میں دیتا ہے اور اس کے عوض خدا کی مرضی خرید لیتا ہے۔ وہی لوگ ہیں جو خدا کی رحمتِ خاص کے مورد ہیں۔ غرض وہ استقامت جس سے خدا ملتا ہے اس کی یہی روح ہے جو بیان کی گئی ہے۔ جس کو سمجھنا ہو سمجھے۔ حضور صلعم پر طائف میں کفار کا پتھراؤ تمام بدن مبارک لہولہان ہو گیا پھر بھی آپ نے فرمایا اے میرے رب میں اس دُکھ پر صبر کروں گا جب تک تو راضی ہو جائے۔ صحابہ رضوان کی دین کی خاطر شہادتیں، قافلہ کربلا میں امام حسین اور ساتھیوں نے صبر و استقامت کے ساتھ خدا کی رضا شہادتیں پیش

کر کے حاصل کر لی۔ اور جیسا کہ زمین کابل پر نا قابل فراموش خون ناحق صاحبزادہ عبد اللطیف کو قادیان سے امام وقت کی بیعت کر کے کابل واپس پہنچنے پر مولویوں سرحدی کابلی نے شور برپا کر دیا کہ (صاحبزادہ صاحب جو ملہم، عالم، عربی، فارسی اور پشتو زبان پر مکمل مہارت تمام دینی علوم سے آگاہی رکھتے تھے)واجب القتل ہے۔ مختلف طریقے ملاؤں نے اور امیر کابل نے اپنائے کہ صاحبزادہ صاحب امام زمانہ کی بیعت سے انکار کریں مگر خدا کا بندہ اب خدا کی رضا کا طلبگار ہو چکا تھا۔ بیعت سے انکار نہ کرنے پر مولویوں، مفتیوں نے سنگسار کرنے کا فتویٰ جاری کر دیا، گرفتار کر لیا گیا۔

چھٹی شرط:

اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا"۔

"خدا کے محبوب بننے کے واسطے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی ایک راہ ہے اور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو خدا تعالیٰ سے ملاوے۔ انسان کا مدعی صرف اس ایک واحد لاشریک خدا کی تلاش ہونا چاہیے۔ شرک اور بدعت سے اجتناب کرنا چاہیے۔ رسوم کا تابع اور ہواہ ہوس کا مطیع نہ بننا چاہیے۔ دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور صرف ایک ہی قرآن شریف اُس رسول پر نازل ہوا ہے جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں"۔

"اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کا اب یہی طریقہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی فرمانبرداری کی جاوے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ طرح طرح کی رسومات میں گرفتار ہیں۔ کوئی مر جاتا ہے تو قسم قسم کی بدعات اور رسومات کی جاتی ہیں۔ حالانکہ چاہیے کہ مردہ کے حق میں دُعا کریں۔ رسومات کی بجا آوری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ اُن کی ہتک بھی کی جاتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔ اگر کافی خیال کرتے تو اپنی طرف سے رسومات کے گھڑنے کی کیوں ضرورت پڑتی"۔

ساتویں شرط:

تکبر، نخوت بکلی چھوڑ دے گا عاجزی، خوش خلقی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا"۔

حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں: "تکبر بہت خطرناک بیماری ہے"

یہ بیماری قتل سے بڑھ کر ہے۔ متکبر شیطان کا بھائی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تکبر ہی سے شیطان کو ذلیل خوار کیا۔ اس لئے مومن کی یہ شرط ہے کہ اس میں تکبر نہ ہو۔ بلکہ عاجزی، مسکینی، اس میں پائی جاوے۔ میں بار بار کہہ چکا ہوں جس قدر کوئی شخص قرب حاصل کرتا ہے۔ اسی قدر اس کا مواخذہ ہوگا (باز پرس) ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بلاشبہ ہم نے تجھ سے (حضرت محمد صلعم) پہلے قوموں کی طرف رسول بھیجے تب ہم نے ان کو دکھ اور تکلیف میں مبتلا کیا تا وہ عاجزی اختیار کریں۔ تکبر بہت بُری چیز ہے، ہمایوں بادشاہ نے ایک دفعہ اپنی فوج کا جائزہ لیا فوج کی کثرت دیکھ کر کہنے لگا" کہ اتنی کثیر التعداد فوج کو ہلاک کرتے خدا کو بھی کئی دن لگ جائیں۔ شیر شاہ پاس کھڑا تھا، ہمایوں سے الگ ہو گیا کہ یہ تو بے ایمان ہے، آخر ہمایوں پر وہ ذلت کا زمانہ آیا کہ ہندوستان میں سر چھپانے کی جگہ نہ ملی۔ ایران چلا گیا، تکبر کے کلمے یوں کر دیتے ہیں۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں" دین کو ابتداء سے غریبوں سے مناسبت ہے کیونکہ غریب لوگ تکبر نہیں کرتے اور پوری پوری تواضع کے ساتھ حق کو قبول کرتے ہیں" میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دولت مندوں میں ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ اس سعادت کا عشر بھی حاصل کر سکیں جس کو غریب لوگ کامل طور پر حاصل کرتے ہیں۔ بداء السلام غریباً و سیعود غریباً کما بداء فطوبی للغرباء "غریبی اور تقویٰ کا جوڑ ہے" جب تک کمزوری اور غریبی ہوتی ہے تب تک تقویٰ بھی انسان کے اندر رہتا ہے۔ صحابہؓ کی بھی اوّل یہی حالت تھی۔

پھر جب کروڑ ہا مسلمان ہو گئے اور تموّل (دولت مندی) آ گئی تو خبیث بھی آ کر شامل ہو گئے۔ ہم بھی خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہماری جماعت

کی تعداد غرباء میں ترقی کررہی ہے۔ بلینا بالضراء فقیر نا بلینا باالسراء فلـن نصبر ۔فرماتے ہیں آسودہ حالوں، امیروں پر غریب ناصح کی بات کم اثر کرتی ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ بہت آسودہ حالی کا تھا۔ اس لئے انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحتوں سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اسی واسطے میں نہیں چاہتا کہ بہت دولت مند میری بیعت میں شامل ہوں ۔ مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ہمیں اس امر سے تعجب نہیں کہ کہ ہمارے متبعین امیر نہ ہوں گے۔ امیر تو یہ ضرور ہوں گے لیکن افسوس اس بات سے آتا ہے کہ اگر یہ دولت مند ہوگئے تو پھر ان ہی لوگوں کے ہم رنگ ہوکر دین سے غافل نہ ہوجاویں اور دنیا کومقدم نہ کرلیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ اوّل وہ غرباء کو اپنے لئے منتخب کرتا ہے پھر ان ہی کو کامیابی اور عروج ہوا کرتا ہے۔غربت اور کم رزقی دراصل انسان کو انسان بنانے کے لئے بڑی کیمیا ہے بشرطیکہ ساتھ اور قصور نہ ہوں۔ آنحضرت صلعم کے ایک خادم سے پوچھا گیا تیرے ساتھ حضور صلعم کا کیا معاملہ ہے۔ خادم نے کہا سچ تو یہ ہے مجھ سے زیادہ وہ میری خدمت کرتے ہیں۔ یہ ہے اعلیٰ نمونہ، ایمان، عاجزی اور مسکینی کا۔

خوب یاد رکھو امیر کیا ہے۔ امیر ایک زہر کھانا ہے اس کے اثر سے صرف وہی بچ سکتا ہے جو شفقت خلق اللہ کے تریاق کو استعمال کرے۔ اور تکبر نہ کرے۔لیکن اگر وہ اس کی شیخی اور گھمنڈ میں آتا ہے تو نتیجہ ہلاکت ہے۔ پس غریبوں کو ہرگز بے دل نہ ہونا چاہیے ان کا قدم آگے ہی ہے لیکن وہ کوشش کریں ان میں جو تھوڑی بہت کسر ہے وہ نکال دیں کیونکہ بعض ان لوگوں سے غریبی میں بھی بڑے بڑے گناہ صادر ہوجاتے ہیں۔ صبر نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ معاش کی کمی ہوتو چوری ڈاکہ اور دوسرے جرائم شروع کردیتے ہیں، ایسی حالتوں میں صبر کرنا چاہیے اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف ہرگز مائل نہ ہونا چاہیے۔ مالداروں میں تکبر اور نخوت (غرور) وغیرہ پیدا ہوکر ان کے اعمال کو تباہ کردیتے ہیں اور ان میں بے صبری موجب ہلاکت ہوتی ہے۔ اگر غریب لوگ صبر سے کام لیں تو ان کو وہ حاصل ہو جو اور لوگوں کو مجاہدہ سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ نے بڑا احسان کیا ہے کہ انبیاء کے ساتھ غریبی کا حصہ بھی رکھ دیا ہے۔ حضور صلعم بکریاں چرایا کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرائیں۔ کیا امراء یہ کام کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ جو شخص اپنے آپ کو غریب بنالیتا ہے وہ خدا کو پالیتا ہے۔ خدا ظالم نہیں جو لوگ درحقیقت خدا کے واسطے دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو دنیا بھی دیتا ہے پس تم خدا کے واسطے مال کی خواہش چھوڑ دو اور اس کے واسطے اولاد کے خیال کو ذلیل جانو تو تم کو خدا تعالیٰ اولاد اور سب کچھ دے گا۔

زینت، خوبصورتی، کارسواری، عمدہ مکانات پر فخر کرنا یا عہدہ، حکومت و خاندان پر فخر کرنا یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ بالآخر ان سے حقارت پیدا ہوجاتی ہے جو رنج دیتی اور طبیعت افسردہ اور بے چین کردیتی ہے۔

آٹھویں شرط:

''دین اور اسلام کی خاطر اپنے مال اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا''

ہماری جماعت اگر خدا کی جماعت بننا چاہتی ہے تو اسے چاہیے ایک موت اختیار کرے۔ پوچھا جاوے تو کہتے ہیں برادری بغیر گزارا نہیں ہوسکتا۔ حرام خور خود کہتا ہے بغیر حرام خوری کے گزارا نہیں ہوسکتا تو پوچھو خدا کیا رہا اور تم نے دین اور اسلام کے لئے کیا کیا۔ جو بیعت کر کے دین اور اسلام کی عزت اور ہمدردی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان نہیں کرتا تو پھر یہ شکایت نہ کرے مجھے بیعت سے فائدہ نہیں ہوا۔ ان سب باتوں کو چھوڑنا موت ہے۔ جو بیعت کر کے موت کو اختیار نہیں کرتا بیعت سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ قطب، ابدال، غوث وغیرہ جس قدر مراتب ہیں دین پر اپنا مال اولاد عزت اور اقارب کو قربان کردینے سے ملتے ہیں۔ یہ مراتب نماز اور روزوں سے ہاتھ نہیں آتے۔ اگر ان سے یہ مل جاتے تو پھر یہ عبادات تو سب بجا لاتے ہیں۔ صحابہؓ نے دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اور اسلام کی سربلندی کے لئے سچے جوش اور صدق سے تلواروں کے نیچے اپنا خون صدق بہایا۔ قربانیاں دیں، جان و مال، جائیداد، اولاد، عزیز

واقارب کو دین اسلام کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا۔ انکار نہ کیا۔ حضور صلعم مدینہ تشریف لے گئے تو ایک صحابہؓ کثیر جائیداد کی وجہ سے مکہ ہی رہ گئے۔ کچھ دنوں بعد حضور صلعم کی محبت نے تنگ کیا اور مدینہ جانے کے لئے تیار ہو گئے مکہ کے سرداروں نے کہا تمہاری جائیداد ضبط کر لی جائے گی۔ کوئی چیز نہ لے جانے دی جائے گی۔ صحابیؓ نے کہا منظور ہے مدینہ کے لئے روانہ ہونے لگے تو کہا گیا کپڑے اور جوتے بھی اُتار دو گویا ایک چھوٹی سی دھوتی دے کر کپڑے اور جوتے بھی اُتروا لئے گئے۔ صحابیؓ نے مدافعت اور اصرار نہ کیا ننگے پاؤں 300 میل کی مسافت طے کر کے اپنے حبیب کے پاس پہنچ گئے۔

نویں شرط:

''مخلوق سے اللہ کے لئے ہمدردی کرو اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے''۔ اپنے بھائیوں اور بنی نوع سے ہمدردی کرو اور عدل کرو، مخالف کی بدی اور آزار کے عوض اس کو راحت پہنچاؤ اور محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی غرض سے کرو۔ مخلوق کی ہمدردی میں کوئی نفسانی مطلب یا مدعا یا غرض درمیان نہ ہو بلکہ اُخوت اور قرابت انسانی کا جوش اس اعلیٰ درجہ پر نشو ونما پا جائے کہ خود بخود بغیر کسی تکلف کے اور بغیر پیش نہا د رکھنے کے کسی قسم کی شکر گزاری یا دُعا اور کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فطرتی جوش سے صادر ہو۔

دسویں شرط:

''اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ (اللہ کی خاطر) اطاعت در معروف باندھ کر تا مرگ قائم رہے گا''

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''جو شخص اس عہد کو جو اُس نے بیعت کے وقت کیا تا وقت مرگ اس پر قائم نہیں رہتا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے اسے باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ اگر ایک شخص بھی زندہ طبیعت کا نکل آوے اور ہمارے کہنے پر عمل کرنے والا ہے تو وہ بھی کافی ۔۔۔۔ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی جب میرے پاس آئے تو سید احمد کے معتقد تھے۔ کبھی کبھی اسے مسائل پر میری ان سے گفتگو ہوتی جو سید احمد کے غلط عقائد میں تھے۔ بعض دفعہ بحث کے رنگ تک نوبت پہنچ جاتی لیکن تھوڑی مدت بعد وہ ہماری محبت میں اتنا سرشار ہو گئے کہ کسی امر میں خلاف رائے کرنا کفر سمجھتے تھے۔ آپ اصحاب الصفہ میں سے ہو گئے تھے جن کی تعریف خدا تعالیٰ نے پہلے سے اپنی وحی میں کر دی تھی ان کی عمر ایک معصومیت کے رنگ میں گزری تھی۔ اور دنیا کی عیش کا کوئی حصہ انہوں نے نہیں لیا تھا۔ نوکری بھی انہوں نے اسی واسطے چھوڑی تھی کہ اس میں دین کی ہتک ہوتی۔ پچھلے دنوں ان کو ایک نوکری 200 روپے ماہوار کی ملتی تھی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں: ''یہ دھوکہ مت کھاؤ کہ ہم بیعت کر چکے جب تک تم اس کی حقیقت تک نہیں پہنچتے۔ نری بیعت کسی کام کی نہیں اور بیعت کا اصل مقصد خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرنا ہے۔ جب تک یہ حاصل نہ ہو کچھ بھی نہیں۔ خوب یاد رکھو ہمارے ساتھ تعلق رکھنے میں پاکیزگی اور طہارت شرط ہے۔ نرا تعلق کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ بیعت اگر دل سے نہیں تو اس کا کچھ بھی نتیجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ میری بیعت سے دل کا اقرار چاہتا ہے نہ زبان کا۔

وہ میری جماعت میں سے نہیں جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا۔ پس جو شخص مجھے سچے دل سے قبول کرتا ہے اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے اس کے تمام گناہوں کو ضرور بخش دیتا ہے اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسا ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوا ہے تب فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

☆☆☆☆

اسلام امن، صلح اور انسانیت کی تعلیم دیتا ہے

جنگ مسائل کا حل نہیں۔اس کو روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش لازمی ہے

امام جامع برلین عامر عزیز کا جرمنی سے ویڈیو پیغام

اس لئے اے شریف انسانو! جنگ ٹلتی رہے تو بہتر ہے
آپ اور ہم سبھی کے آنگن میں شمع جلتی رہے تو بہتر ہے

میرے پاکستان میں رہنے والے نہایت ہی محترم بہنوں اور بھائیو۔

پلوامہ میں ہونے والے واقعہ کے بعد بھارت میں ایک خاص قسم کا جنگی جنون پایا جاتا ہے۔اور حالیہ زمینی اور ہوائی جھڑپ کی وجہ سے دونوں طرف سے غصے سے بھرپور خیالات کا اظہار کیا جارہا ہے جن میں بظاہر وطنیت کا شدت سے اظہار ہے لیکن وہیں شدت سے نفرت اور غصے کا اظہار بھی ہے۔ دونوں اطراف سے ایسے بیانات دیئے جارہے ہیں کہ جیسے تمام مسائل کا حل صرف اور صرف جنگ ہے۔جیسا کہ ہمارے محترم وزیراعظم جناب عمران خان صاحب نے ایک نہایت ہی متوازن بیان دیا جس میں انہوں نے حکومت پاکستان کا امن پسند موقف بیان کردیا ہے۔تاہم جو جنگ کی ہولنا کی ہے اس کو اپنے سامنے ضرور رکھنی چاہیے اور اس ہولنا کی کی دو بڑی مثالیں ہمارے موجودہ دور میں موجود ہیں۔

میں آپ کو اس سلسلے میں بتانا چاہتا ہوں کہ میں بچپن میں ایبٹ آباد میں ایک پبلک ٹرانسپورٹ میں سفر کر رہا تھا اور میرے پیچھے کی سیٹ پر ایک خاتون برقعہ پوش بیٹھی ہوئیں تھیں جن کے ساتھ تین عدد مرد بھی بیٹھے ہوئے تھے۔جونہی ہماری گاڑی ایبٹ آباد کی پہاڑیوں کے قریب پہنچی تو اس خاتون نے چیخنا چلانا اور مارنا شروع کردیا یہاں تک کہ 15 سے 20 منٹ تک یہ دھینگا مشتی جاری رہی اور وہ خاتون چونکہ میرے پیچھے تھیں تو اس کا ایک آدھ تھپڑ مجھے بھی لگا۔ بہرحال جب بیس منٹ کے بعد اس خاتون پر سکون طاری ہوا تو میں نے ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے افراد سے پوچھا کہ اس خاتون کو کیا ہوا ہے۔تو انہوں نے بتایا کہ اس خاتون کے سارے بچے افغانستان کی جنگ میں مارے گئے ہیں۔ چونکہ یہ پہاڑوں کی رہنے والی خاتون ہے تو جونہی یہ کسی جگہ پہاڑ دیکھتی ہے تو اس پر یہ کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔یہ جنگ کی صرف ایک ہولنا کی کی ادنیٰ جھلک ہے جو افغانستان کے اندر ایک ماں کے ساتھ نہیں بلکہ ہزارہا اور ماؤں کے ساتھ ایسے ہی واقعات پیش آئے ہوں گے۔

دوسرے جنگ کی ہولنا کی جو میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی ہے وہ جنگ شام (سیریا) کی ہے۔سیریا کے پناہ گزین جرمنی میں آئے ہیں ان کے ساتھ ملنے اور ان کے لئے امدادی کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ان کے جذبات اور ان کی تباہی اور جو جنگ میں اپنی ہولنا کی بیان کرتے تھے اس کو سن کر آپ بھی اپنے جذبات قابو میں نہیں رکھ سکتے۔اس کی ایک ہی مثال لیں کہ جب ایک بچے کی لاش سمندر کے کنارے ملی تو صرف اس ایک واقعہ نے نہ صرف مسلم دنیا میں بلکہ پوری دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا اور لوگ اس جنگ کی تباہی اور ہولنا کی دیکھ کر رو اُٹھے تھے اور اس کے بعد ہی یورپ کے اندر ان لوگوں کو پناہ

دینے کی کوششیں شروع ہوئیں۔

اس لئے جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں ہوتی۔ جنگ جب شروع ہوتی ہے تو پھر اس کی انتہاء نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ بہت سارے ہمارے دانشور اور صحافی حضرات دونوں اطراف سے اس طرح کے پروگرام کرتے ہیں جن میں لوگوں کے جذبات جنگ کے لئے بھڑکائے جاتے ہیں۔ ایسے صحافی اور دانشور حضرات کے بچے تو ملک سے باہر ہوتے ہیں اور اگر خدانخواستہ ایسا خطرناک مسئلہ ہوا تو یہ سب لوگ آپ کو کہیں نظر نہیں آئیں گے۔ اس لئے ہماری حکومت اور ہماری عوام کو چاہیے کہ دونوں اطراف امن اور محبت اور صلح کے ساتھ ان مسائل کا حل نکالیں اور دونوں اطراف کی حکومتوں کو سنجیدگی سے اس کے لئے کوششیں کرنی چاہئیں۔

اس لئے جنگ کسی بھی صورت میں کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے اس کے ذریعہ سے صرف تباہی، خوفناکی اور ہولناکی سامنے آئے گی۔ اس کا ابھی شاید ہم ادراک نہیں کر سکتے لیکن ان لوگوں سے ضرور پوچھیں جو جنگ کی حالت میں رہے ہیں خاص کر افغانستان جو کئی دہائیوں سے جنگ کا شکار ہے اور پھر جو شام کے اندر لوگ ہیں جب آپ ان کی حالت دیکھتے ہیں تو وہ رات کو آرام سے سوئے تھے اور صبح ان کے گھر تباہ ہو چکے تھے۔ اس لئے ہمیں ان معاملات میں بڑے ٹھنڈے مزاج، تحمل اور بردباری سے کام لینا چاہیے اور اس طرح کے شدید جذبات جو جنگ کی طرف لے جائیں ان سے ہمیں اجتناب کرنا چاہیے۔

اس سلسلے میں ساحر لدھیانوی مرحوم کی ایک بڑی حقیقت پسند اور دل میں اتر جانے والی نظم ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

خون اپنا ہو یا پرایا ہو
نسلِ آدم کا خون ہے آخر
جنگ مشرق میں ہو یا مغرب میں
امنِ عالم کا خون ہے آخر
جنگ تو خود ایک مسئلہ ہے
جنگ کیا مسئلوں کا حل دے گی
آگ اور خون آج بخشے گی
بھوک اور احتیاج کل دے گی
برتری کے ثبوت کی خاطر
خوں بہانا ہی کیا ضروری ہے!
گھر کی تاریکیاں مٹانے کو
گھر جلانا ہی کیا ضروری ہے!
بم گھروں پر گریں یا سرحد پر
روحِ تعمیر زخم کھاتی ہے
کھیت اپنے جلیں کہ اوروں کے
زیست خاکوں میں تلملاتی ہے
ٹینک آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں
کھوک دھرتی کی بانجھ ہوتی ہے
فتح کا جشن ہو کہ ہار کا سوگ
زندگی میتوں پر روتی ہے
اس لئے اے شریف انسانو!
جنگ ٹلتی رہے تو بہتر ہے
آپ اور ہم سبھی کے آنگن میں
شمع جلتی رہے تو بہتر ہے

اللہ ہم پاکستان کے رہنے والوں کو اپنی حفاظت میں رکھے اور اللہ دونوں ممالک میں امن، صلح، آشتی اور محبت کو پروان چڑھانے کی توفیق عطا کرے۔ تا کہ ہم کبھی جنگ کی سوچیں بھی نہ۔ اور وطن میں ایسی بہار کی رت رہے جسے کبھی خزاں کا خطرہ نہ رہے۔

☆☆☆☆

قسط اوّل

رجل فارس کی پُر معارف کتاب ''حقیقت الوحی'' سے ماخوذ، عارفانہ کلام کی کچھ روحانی چاشیاں

انتخاب از: عبدالحفیظ (جموں کشمیر)

رجل فارس:

اور یہ عجیب بات ہے کہ جیسا کہ احادیث نبویؐ میں مسیح موعودؑ کی نسبت پیشگوئی ہے کہ وہ آخیری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ ایسا ہی ایک رجل فارس کی نسبت پیشگوئی ہے کہ وہ آخیر زمانہ میں ضائع شدہ ایمان کو پھر بحال کرے گا جیسا کہ لکھا ہے لو کان الایمان معلماً بالثریا لنالہ رجل فارس ''یعنی اگر ایمان ثریا پر چلا جاتا تب بھی ایک رجل فارس اس کو واپس لے آتا۔ اب ظاہر ہے کہ رجل فارس کو اس حدیث میں اس قدر فضیلت دی گئی ہے اور اس قدر کار نمایاں کام اُس کا دکھلایا گیا ہے کہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ رجل فارس مسیح موعود سے افضل ہے کیونکہ مسیح موعود بقول مخالفوں کے صرف دجال کو قتل کرے گا لیکن رجل فارس ایمان کو ثریا سے واپس لائے گا جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں بھی ذکر ہے کہ آخیری زمانہ میں قرآن آسمان پر اُٹھایا جائے گا۔ لوگ قرآن پڑھیں گے مگر وہ اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ پس وہی زمانہ رجل فارس کا اور وہی زمانہ مسیح موعود کا ہے۔ مگر جس حالت میں رجل فارس یہ خاص خدمت ادا کرے گا کہ ایمان کو آسمان سے واپس لائے گا تو پھر اس کے مقابل پر مسیح موعود کی کوئی دینی خدمت ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ دجال کو قتل کرنا صرف دفع شر ہے جو مدار نجات نہیں مگر آسمان سے ایمان کو واپس لانا اور لوگوں کو مومن کامل بنانا یہ افاضہ خیر ہے جو مدار نجات ہے اور اضافہ خیر سے دفع شر کو کچھ نسبت نہیں ماسوا اس کے ظاہر ہے کہ جو شخص اس قدر افاضہ خیر کرے گا کہ ثریا سے ایمان کو واپس لائے گا اس کی نسبت کوئی عقلمند خیال نہیں کرسکتا کہ وہ دفع شر پر قادر نہ ہوگا۔ پس یہ خیال بالکل غیر معقول ہے کہ آخیری زمانہ میں افاضہ خیر تو رجل فارس کرے گا مگر دفع شر مسیح موعود کرے گا۔ جس کو آسمان پر چڑھنے کی طاقت ہے کیا وہ زمین کے شر کو دُور نہیں کرسکتا؟

غرض اس زمانہ کے مسلمانوں کی یہ غلطی قابل افسوس ہے کہ مسیح موعود اور رجل فارس کو دو مختلف آدمی سمجھتے ہیں اور آج سے چھبیس سال پہلے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عقدہ کو کھول دیا ہے کیونکہ ایک طرف تو مجھ کو مسیح موعود قرار دیا ہے اور میرا نام عیسیٰ رکھا ہے جیسا کہ براہین احمدیہ میں فرمایا ہے یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی و مطھرک من الذین کفروا اور دوسری طرف مجھے رجل فارس مقرر کرکے بار بار اسی نام سے پکارہ ہے جیسا کہ فرمایا ہے ان الذین صد عن سبیل اللّٰہ ردّ علیھم رجل من فارس شکر اللّٰہ سیعہ ''یعنی عیسائی اور دوسرے ان کے بھائی جو لوگوں کو دین اسلام سے روکتے ہیں اس رجل فارس یعنی اس احقر نے ان کا رد لکھا ہے خدا تعالیٰ اس کی اس خدمت کا شکر گزار ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کام یعنی عیسائیوں کا مقابلہ کرنا یہ اصل خدمت مسیح موعود کی ہے۔ پس اگر رجل فارس مسیح موعود نہیں تو کیوں مسیح موعود کا منصبی کام رجل فارس کے سپرد کیا گیا۔ اس سے ثابت ہے کہ رجل فارس اور مسیح موعود ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے و آخرین منھم لمّا یلحقو ابھم ''یعنی آنحضرتؐ کے

اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اس کی صحبت سے مشرف ہوں اور اسی سے تعلیم و تربیت پاویں۔ پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنے والے قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا۔ اس لئے اس کے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے اور جس طرح صحابہؓ نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے۔ بہرحال یہ آیت آخیری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔

آیت ممدوحہ بالا میں یہ تو نہیں فرمایا کہ آخیرین منھم من الامۃ بلکہ یہ فرمایا ہے و آخرین منھم اور ہر ایک جانتا ہے کہ منھم کی ضمیر اصحابؓ کی طرف راجع ہے لہذا وہی فرقہ منھم میں داخل ہو سکتا ہے جس میں ایسا رسول موجود ہو کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہے اور خدا تعالیٰ نے آج سے چھبیس سال پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز مجھے قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے براہین احمدیہ میں لوگوں کو مخاطب کر کے فرما دیا ہے قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ اور نیز فرمایا ہے کہ کل برکۃ من محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم فتبارک من علم و تعلم اور کوئی یہ کہے کہ کس طرح معلوم ہوا کہ حدیث لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس ۔اس عاجز کے حق میں ہے اور کیوں جائز نہیں کہ اُمت محمدیہ میں سے کسی اور کے حق میں ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ براہین احمدیہ میں بار بار اس حدیث کا مصداق وحی الٰہی سے مجھے ٹھہرایا ہے اور بتصریح بیان فرمایا کہ وہ میرے حق میں ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا و من ینکر بہ ملیبا رز للمبا ھلۃ و لعنۃ اللّٰہ علی من کذب الحق او افتریٰ علیٰ حضرۃ العزۃ

اور یہ دعویٰ اُمت محمدیہ میں سے آج تک کسی اور نے ہرگز نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ نے میرا یہ نام رکھا ہے اور خدا تعالیٰ کی وحی سے صرف میں اس نام کا مستحق ہوں اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر جہالت۔ کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔

اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمہ مخاطبہ الہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہو۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔

اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور اُسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اُس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں جن میں سے بطور نمونہ کسی قدر اس کتاب میں بھی لکھے گئے ہیں۔ اگر اس کے معجزانہ افعال اور کھلے کھلے نشان جو ہزاروں تک پہنچ گئے ہیں۔ میرے صدق پر گواہی نہ دیتے تو میں اس کے مکالمہ کو کسی پر ظاہر نہ کرتا اور یقیناً کہہ سکتا کہ یہ اس کا کلام ہے پر اس نے اپنے اقوال کی تائید میں وہ افعال دکھائے جنہوں نے اس کا چہرہ دکھانے کے لئے ایک صاف اور روشن آئینہ کا کام دیا۔

(تتمہ حقیقت الوحی صفحہ 66 تا 68)

کسر صلیب:

''۔۔۔۔۔ بلکہ صحیح بخاری میں تو یہی لکھا ہے کہ کسر صلیب مسیح موعود کرے گا نہ کہ دجال''

اس تنازعہ کے فیصلہ کے لئے جب ہم حدیثوں کو دیکھتے ہیں تو وہی صحیح مسلم جو دجال کا ذکر کرتی ہے اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ دجال معو دگر جا میں سے نکلے گا یعنی عیسائیوں میں سے پیدا ہوگا۔ پس اس صورت میں صحیح مسلم

پادریوں کو دجال ٹھہراتی ہے اور اس کی تائید میں واقعات بھی شہادت دے رہے ہیں اور ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ آخیری فتنہ جو ظہور میں آیا جس سے کئی لاکھ مسلمان مرتد ہو گیا وہ صرف عیسائیت کا فتنہ ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اختلاف صرف لفظی ہے یعنی صحیح بخاری میں جس فتنہ کا نام فتنہ صلیب رکھا ہے اور مسیح موعود کسر صلیب کو توڑنے والا قرار دیا ہے صحیح مسلم میں اسی فتنہ کا نام فتنہ دجال رکھا ہے اور کسر صلیب کو بطور قتل دجال قرار دیا ہے۔

اور جب ہم زیادہ تصریح کے لئے قرآن شریف کی طرف آتے ہیں جو ہر ایک تنازعہ کا حکم ہے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دجال کا نام تک نہیں ہاں عیسائیت کے فتنہ کو وہ بہت بڑا بیان کرتا ہے جو اسلام کے تمام اصول کا دشمن ہے اور کہتا ہے کہ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھوٹ جائیں اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور اس فرقہ کو خدا کی کلام کا محرف مبدل ٹھہراتا ہے اور جس فعل میں مفہوم دجل درج ہے وہ فعل اسی فرقہ کی طرف منسوب کرتا ہے اور سورۃ الفاتحہ میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ عیسائیت کے فتنہ سے خدا کی پناہ مانگیں جیسا کہ ولا الضالین کے معنی تمام مفسرین نے یہی کئے ہیں۔ پس قرآن شریف کے اس فیصلہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس فتنہ سے حدیثوں میں ڈرایا گیا ہے وہ صلیبی فتنہ ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ جب تھوڑے سے دجل کی کاروائی سے انسان دجال کہلا سکتا ہے تو جس فرقہ سے تمام شریعت اور تعلیم کو بدل دیا ہے کیا وجہ کہ وہ دجال نہیں کہلا سکتا؟ اور جبکہ خدا تعالیٰ نے عیسائیوں کے دجل کی خود گواہی دی ہے تو کیا وہ دجال کے نام سے موسوم نہ ہوں؟ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں وہ دجال اکبر نہیں کہلا سکتے تھے کیونکہ ابھی بددیانتی اور خیانت کمال کے درجہ کو نہیں پہنچی تھی صرف دجال ہونے کی بنا پڑی تھی مگر بعد اس کے ہمارے زمانہ میں جبکہ چھپانے کی کلیں بھی نکل آئیں۔ تب پادریوں نے تحریف اور تبدیل کو کمال تک پہنچا دیا اور کروڑ ہا روپیہ خرچ کر کے ان محرف کتابوں کو شائع کیا اور لوگوں کو مرتد کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تب خدا کا نوشتہ پورا ہوا جیسا کہ واقعات ظاہر کر رہے ہیں اور دجال اکبر کے نام کے مستحق ہو گئے اور جب تک مخالفت حق اور تحریف وتبدیل میں اُن سے بڑھ کر کوئی ظاہر نہ ہو تب تک ہر ایک کو ماننا پڑے گا کہ یہی فرقہ دجال اکبر ہے جس کے ظہور کی نسبت پیشگوئی تھی۔ یہودی بھی تحریف کرتے تھے مگر وہ تو ایسی ذلت کا نشانہ ہوئے کہ گویا مر گئے۔ صرف اسی فرقہ نے عروج کیا اور اپنی تمام طاقتوں کو دجل اور تحریف میں خرچ کر دیا اور نہ صرف اس قدر بلکہ یہ چاہا کہ تمام دنیا کو اپنے جیسا بنالیں اور بباعث شوکت اور طاقت دنیا کے ان کو ہر ایک سامان بھی مل گئے اور انہوں نے دجل اور تحریف میں وہ کام کر دکھلایا جس کی نظیر ابتدائے دنیا سے آج تک مل نہیں سکتی اور کوشش کی کہ لوگ خدائے واحد لاشریک سے منہ پھیر کر کر ابن مریم کو خدا مان لیں اور ہمارے زمانے میں یہ کسب ان کا کمال تک پہنچ گیا اور انہوں نے خدا تعالیٰ کی کتابوں میں اس قدر تصرفات کئے کہ گویا وہ آپ ہی نبی ہیں اس لئے ایسے لوگوں پر دجال کا لفظ بولا گیا یعنی خدا کی کتابوں کی کمال درجہ کی تحریف کرنے والے اور جھوٹ کو سچ کر کے دکھانے والے۔ حدیثوں میں اکثر دجال معہود کی نسبت خروج کا لفظ ہے اور مسیح موعود کی نسبت نزول کا لفظ ہے اور یہ دونوں لفظ بالمقابل ہیں جس سے مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو گا اور خدا اس کے ساتھ ہو گا مگر دجال اپنے مکر وفریب اور دنیا کے سامانوں کے ساتھ ترقی کرے گا۔ ہاں جیسا کہ قرآن شریف میں عیسائیت کے فتنہ کا ذکر ہے ایسا ہی یاجوج ماجوج کا ذکر ہے اور اس آیت میں کہ ہم من کل حدب ینسلون اُن کے غلبہ کی طرف اشارہ ہے کہ تمام زمین پر ان کا غلبہ ہو جائے گا۔

اب اگر دجال اور عیسائیت اور یاجوج ماجوج تین علیحدہ قومیں سمجھی جائیں جو مسیح کے وقت ظاہر ہوں گی تو اور بھی تناقص بڑھ جاتا ہے مگر بائیبل سے یقینی طور پر یہ بات سمجھ آتی ہے کہ یاجوج ماجوج کا فتنہ بھی درحقیقت عیسائیت کا فتنہ ہے کیونکہ بائیبل نے اسکو یاجوج کے نام سے پکارا ہے پس درحقیقت ایک ہی قوم کو باعتبار مختلف حالتوں کے تین ناموں سے پکارا گیا۔

اور یہ کہنا کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا کہیں ذکر نہیں۔ یہ سراسر غلطی

ہے کیونکہ جس حالت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بڑا فتنہ عیسیٰ پرستی کا فتنہ ٹھہرایا ہے اور اس کے لئے وعید کے طور پر پیشگوئی کی ہے کہ قریب ہے کہ زمین و آسمان اس سے پھٹ جائیں اور اسی زمانہ کی نسبت طاعون اور زلزلوں وغیرہ حوادث کی پیشگوئی بھی کی ہے اور صریح طور پر فرمادیا ہے کہ آخیری زمانہ میں جبکہ آسمان اور زمین میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہر ہوں گے وہ عیسیٰ پرستی کی شامت سے ظاہر ہوں گے۔

اور پھر دوسری طرف یہ بھی فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً پس اس سے مسیح موعود کی نسبت پیشگوئی کھلے کھلے طور پر قرآن شریف میں ثابت ہوتی ہے کیونکہ جو شخص غور اور ایمانداری سے قرآن شریف کو پڑھے گا اس پر ظاہر ہوگا کہ آخری زمانہ کے سخت عذابوں کے وقت جبکہ اکثر حصے زمین کے زیروزبر کئے جائیں گے اور سخت طاعون پڑے گی اور ہر ایک پہلو سے موت کا بازار گرم ہوگا۔ اس وقت ایک رسول کا آنا ضروری ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً یعنی ہم کسی پر عذاب نہیں بھیجتے جب تک عذاب سے پہلے رسول نہ بھیج دیں پھر جس حالت میں چھوٹے چھوٹے عذابوں کے وقت میں رسول آئے ہیں جیسا کہ زمانہ کے گذشتہ واقعات سے ثابت ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس عظیم الشان عذاب کے وقت میں جو آخری زمانہ کا عذاب ہے اور تمام عالم پر محیط ہونے والا ہے جس کی نسبت تمام نبیوں نے پیشگوئی کی تھی خدا کی طرف رسول ظاہر نہ ہو۔ اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے۔ پس وہی رسول مسیح موعود ہے کیونکہ جب کہ اصل موجب ان عذابوں کا عیسائیت کا فتنہ ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا تو ضرور تھا کہ اس فتنہ کے مناسب حال اور اس کے فرد کرنے کی غرض سے رسول ظاہر ہو۔ سو اسی رسول کو دوسرے پیرایہ میں مسیح موعود کہتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا ذکر ہے اور یہی ثابت کرنا تھا۔ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ اگر قرآن ضروری ہے تو مسیح موعود کا آنا بھی ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عذاب عیسائیت کے کمال فتنہ کے وقت آنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پس مسیح موعود کا آنا بھی قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اسی طرح عام طور پر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم کسی قوم پر عذاب کرنا چاہتے ہیں تو ان کے دلوں میں فسق و فجور کی خواہشیں پیدا کردیتے ہیں۔ تب وہ اتباع شہوات اور بے حیائی کے کاموں میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں تب اس وقت اُن پر عذاب نازل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ امور بھی یورپ میں کمال تک پہنچ گئے ہیں۔ جو بالطبع عذاب کے مقتضی ہیں اور عذاب رسول کے وجود کا مقتضی ہے اور وہی رسول مسیح موعود ہے۔ پس تعجب ہے اُس قوم سے جو کہتی ہے کہ مسیح موعود کا قرآن شریف میں ذکر نہیں۔ علاوہ اس کے قرآن شریف کی یہ آیت بھی کہ کما استخلف الذین من قبلھم یہی چاہتی ہے کہ اس اُمت کے لئے چودھویں صدی میں مثیل عیسیٰ ظاہر ہو جیسا کہ حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے تھے تا دونوں مثیلوں کے اول و آخر میں مشابہت ہو۔ اسی طرح قرآن شریف میں یہ بھی پیشگوئی ہے وان من قریۃ الا نحن مھلکو قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذاباً شدیداً یعنی کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں گے یا اس پر شدید عذاب نازل نہ کریں گے یعنی آخری زمانہ میں ایک سخت عذاب نازل ہوگا اور دوسری طرف یہ فرمایا کہ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے اور یہی پیشگوئی سورۃ الفاتحہ میں بھی موجود ہے کیونکہ سورۃ الفاتحہ میں خدا تعالیٰ نے عیسائیوں کا نام الضالین رکھا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگرچہ دنیا کے صدہا فرقوں میں ضلالت موجود ہے مگر عیسائیوں کی ضلالت کمال تک پہنچ جائے گی گویا دنیا میں فرقہ ضالہ وہی ہے اور جب کسی قوم کی ضلالت کمال تک پہنچتی اور وہ اپنے گناہوں سے باز نہیں آتی تو سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اُن پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ پس اس سے بھی مسیح موعود کا آنا ضروری ٹھہرتا ہے یعنی بموجب آیت وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً (حقیقت الوحی صفحہ 62 تا 66)

ختم نبوت (عربی کا اُردو ترجمہ)

''۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر منقطع ہو چکی ہے اور بعد قرآن شریف کے جو تمام کتب سابقہ سے افضل ہے۔ کوئی کتاب نہیں اور نہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت۔ ہاں حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے میرا نام نبی رکھا گیا ہے اور مجھے یہ درجہ آپ ہی کی مطابقت و برکت سے ظلی طور پر عطا کیا گیا ہے اور میں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں دیکھتا اور جو کچھ میں نے پایا ہے اس کی قوت قدسی سے پایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری نبوت سے مراد سوائے کثرت مکالمہ مخاطبہ کے اور کچھ نہیں۔ اور اس پر خدا کی لعنت ہو جس نے اس سے زیادہ دعویٰ کیا یا اپنے نفس کو کچھ چیز سمجھا یا نبوت محمدیہ کے جوئے سے گردن ہٹائی اور تحقیق ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپؐ پر رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ پھر کسی کا حق نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل نبوت کا دعویٰ کرے۔ آپؐ کے بعد کثرت مکالمہ کے سوا اور کچھ باقی نہیں اور وہ بھی آپ کی مطابعت سے نہ کہ آپ کی مطابعت کے بغیر اور خدا کی قسم جو کچھ میں نے حاصل کیا۔ آپؐ کے انوار سے حاصل کیا اور اللہ کی طرف سے میرا نام مجازی طور پر نبی رکھا گیا ہے نہ کہ حقیقی طور پر'' (ضمیمہ حقیقت الوحی۔ الاستفتا صفحہ -65)

مسیح موعود۔ آخری زمانہ کا مجدد ہے:

''پہلا نشان۔ قال الرسول اللہ علیہ وسلم ان اللــه يبعـث لهذه الامة علی راس کل مائة من يجدد لها دينها۔ رواہ ابوداؤد

یعنی خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس اُمت کے لئے ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کرے گا اور اب اس صدی کا چوبیسواں سال جاتا ہے اور ممکن نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ میں تخلف ہو۔ اگر کوئی کہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو بارہ صدیوں کے مجددوں کا نام بتلاویں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث علماء اُمت میں مسلم چلی آئی ہے۔ اب اگر میرے دعویٰ کے وقت اس حدیث کو وضعی بھی قرار دیا جاوے تو ان مولوی صاحبوں سے یہ بھی سچ ہے بعض اکابر محدثین نے اپنے اپنے زمانہ میں خود مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بعض نے کسی دوسرے کے مجدد بنانے کی کوشش کی ہے۔ پس اگرچہ یہ حدیث صحیح نہیں تو انہوں نے دیانت سے کام نہیں لیا اور ہمارے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمام مجددین کے نام ہمیں یاد ہوں۔ یہ علم محیط تو خاصہ خدا تعالیٰ کا ہے۔ ہمیں عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں مگر اُسی قدر جو خدا بتلاوے۔ ماسوا اس کے یہ اُمت ایک بڑے حصہ دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور خدا کی مصلحت کبھی کسی ملک میں مجدد پیدا کرتی ہے اور کبھی کسی ملک میں۔ پس خدا کے کاموں کا کون پورا علم رکھ سکتا ہے اور کون اس کے غیب پر احاطہ کر سکتا ہے۔

بھلا یہ تو بتلاؤ کہ حضرت آدم سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر ایک قوم میں نبی کتنے گذرے ہیں اگر تم یہ بتلا دو گے تو ہم مجدد بھی بتلا دیں گے۔ ظاہر ہے کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا اور یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخیری مجدد اس اُمت کا مسیح موعود ہے۔ جو آخیری زمانہ میں ظاہر ہو گا۔ اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ یہ آخیری زمانہ ہے یا نہیں۔ یہود اور نصاریٰ دونوں قومیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے اگر چاہو تو پوچھ کر دیکھو لو۔ مری پڑ رہی ہے۔ زلزلے آ رہے ہیں۔ ہر ایک قسم کی خارق عادت تباہیاں شروع ہیں۔ پھر کیا یہ آخری زمانہ نہیں؟ اور صلحاء اسلام نے بھی اس زمانہ کو آخری زمانہ قرار دیا ہے۔ اور چودھویں صدی میں سے بھی تیئس سال گذرے گئے ہیں۔ پس یہ قوی دلیل اس بات پر ہے کہ یہی وقت مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہے اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس کے دعویٰ پر پچیس برس گزر گئے اور اب تک زندہ موجود ہوں اور میں ہی وہ ایک ہوں جس نے عیسائیوں اور دوسری قوموں کو خدا کے نشانوں کے ساتھ ملزم کیا۔

پس جب تک میرے اس دعویٰ کے مقابل پر انہیں صفات کے ساتھ کوئی دوسرا مدعی پیش نہ کیا جائے تب تک میرا یہ دعویٰ ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو آخیری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔ زمانہ میں خدا نے نوبتیں رکھی ہیں۔

ایک وہ وقت تھا کہ خدا کے سچے مسیح کو صلیب نے توڑا اور اس کو زخمی کیا تھا اور آخری زمانہ میں یہ مقدر تھا کہ مسیح صلیب کو توڑے گا یعنی آسمانی نشانوں سے کفارہ کے عقیدہ کو دنیا سے اٹھا دے گا۔ عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ (حقیقت الوحی صفحات194-193)

ہر میدان میں فتح

''۔۔۔۔۔۔۔۔کیا کوئی ایماندار خدائے عزوجل کی نسبت ان افعال کو منسوب کر سکتا ہے کہ ایک شخص کو وہ دعویٰ الہام کے بعد تیئیس برس کی مہلت دے اور دن بدن اس کے سلسلہ کو ترقی بخشے اور ایسے وقت میں جبکہ اس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تھا یہ بشارت اس کو دی کہ لاکھوں انسان تیرے سلسلہ میں داخل کئے جاویں گے اور کئی لاکھ روپیہ اور طرح طرح کے تحائف لوگ تجھے دیں گے اور دور دور سے ہزار ہا لوگ تیرے پاس آئیں گے یہاں تک کہ وہ راہ گھرے ہو جائیں گے اور ان میں گڑھے پڑ جائیں گے جن راہوں سے وہ آئیں گے۔ تجھے چاہیے کہ ان کی کثرت کی وجہ سے تو تھک نہ جائے اور ان سے بداخلاقی نہ کرے۔ خدا تجھے تمام دنیا میں شہرت دے گا۔ اور بڑے بڑے نشان تیرے لئے دکھائے گا اور خدا تجھے نہیں چھوڑے گا جب تک وہ رُشد و گمراہی میں فرق کر کے نہ دکھلاوے اور دشمن زور لگائیں گے اور طرح طرح کے مکروفریب اور منصوبے استعمال کریں گے مگر خدا انہیں نامراد رکھے گا۔ خدا ہر قوم میں تیرے ساتھ ہوگا اور ہر ایک میدان میں تجھے فتح دے گا اور تیرے ہاتھ پر اپنے نور کو پورا کرے گا۔ <u>دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔</u> میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اور اپنی قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا۔ میں تجھے دشمنوں کے ہر ایک حملہ سے بچاؤں گا اگرچہ لوگ تجھے نہ بچائیں۔ اگرچہ لوگ تیرے بچانے کی کچھ پروا نہ رکھیں گے مگر میں تجھے ضرور بچاؤں گا۔

۔۔۔۔یہ وہ زمانہ تھا جس میں مجھے کوئی بھی نہیں جانتا تھا نہ کوئی موافق تھا نہ مخالف کیونکہ میں اس زمانہ میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور ایک احد من الناس اور زاویہ گمنامی میں پوشیدہ تھا۔

پھر بعد اس کے آہستہ آہستہ ترقی ہوئی اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے تیئیس برس پہلے پیشگوئی کی تھی وہ سب باتیں ظہور میں آگئیں اور اب تک کئی لاکھ انسان قادیان میں آکر سلسلہ بیعت میں داخل ہو چکا ہے۔۔۔۔۔

۔۔۔۔اور ہر ایک میری موت چاہتا رہا اور بدزبانی کی آخر وہ آپ ہی مر گیا اور اتنے نشان خدا نے میری تائید میں دکھلائے کہ وہ شمار سے باہر ہیں۔ اب کوئی خداترس جس کے دل میں خدا کی عظمت ہے اور کوئی دانشمند جس کو کچھ حیاء اور رشد ہے یہ بتلاوے کہ کیا یہ امر خدا تعالیٰ کی سنت میں داخل ہے کہ ایک شخص جس کو وہ جانتا ہے کہ مفتری ہے اور خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے اس سے خدا تعالیٰ یہ معاملات کرے؟ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جب سلسلہ انعامات کا شروع ہوا اس زمانہ میں میں جوان تھا۔ اب میں بوڑھا ہوا اور ستر سال کے قریب عمر پہنچ گئی اور اس زمانہ میں قریباً پینتیس سال گزر گئے مگر میرا خدا ایک دن بھی مجھ سے علیحدہ نہیں ہوا۔ اس نے اپنی پیش گوئیوں کے مطابق ایک دنیا کو میری طرف جھکا دیا۔ میں مفلس نادار تھا اس نے لاکھوں روپے مجھے عطا کیے اور ایک زمانہ دراز فتوحات مالی سے پہلے مجھے خبر دی اور ہر ایک مباہلہ میں مجھے فتح دی اور صدہا میری دعائیں منظور کیں اور مجھ کو وہ نصیحتیں دیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔ پس کیا یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اس قدر فضل اور احسان ایک شخص پر کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس پر افتراء کرتا ہے جبکہ میں میرے مخالفوں کی رائے میں تیس، بتیس برس سے خدا تعالیٰ پر افتراء کررہا ہوں۔۔۔۔اور پھر اس کی پاداش میں خدا تعالیٰ کا مجھ سے یہ معاملہ ہے کہ وہ جو اپنے زعم میں مومن کہلاتے ہیں۔ ان پر مجھے فتح دیتا ہے۔۔۔یا ذلت کی مار سے پامال کر دیتا ہے۔۔۔۔'' (تتمہ حقیقت الوحی صفحہ 27 تا 29)

☆☆☆☆

اسلام اور ارکانِ اسلام کو مان لینے کے بعد

مجدد صد چہاردہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟

فضل حق (اسسٹنٹ سیکرٹری II)

اللہ رب العزت نے اپنی توحید کا پیغام اپنے بندوں تک پہنچانے کے لئے انبیاء علیہ السلام کو بھیجا جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر دور میں اُس فریضہ نبوت کو بطریق سرانجام دیتے رہے۔ ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ مخلوقات عالم تک اپنا پیغام انبیاء علیہ السلام کی وساطت سے پہنچاتا رہا ہے۔ اور اب جبکہ آنحضرت محمد کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے تو اسی کام کے لئے اللہ نے اپنے بندوں میں سے اولیاء اللہ اور مجددین کو مامور کیا اور یہ سلسلہ تا قیام جاری و ساری رہے گا۔ قرآن مجید نے انہی ماموروں کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

''اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں۔ وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا''

احادیث مبارکہ میں انہیں اشخاص کو مجدد اور امام قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

''اللہ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث کرتا رہے گا جو دین اسلام کی ان کے لئے تجدید کرے گا''

(سنن ابی داؤد ج 4: ص 109)

''جو شخص (خدا کے مقرر کردہ) امام کو قبول کئے بغیر مر گیا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے''۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 96)

قرآن مجید کا انداز اُسلوب بیان اپنے اندر حکمت رکھتا ہے۔ اسی حکمت بھرے انداز میں بعض اوقات آیات قرآنی کے براہِ راست مخاطب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہوتی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے پوری اُمت کو حکم دینا ہوتا مقصود ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روک رکھ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں (اور) اسی کی رضا کو چاہتے ہیں'' (الکہف 28)

اور اسی طرح سورۃ توبہ کی آیت 119 میں ارشاد ہے:

یا یھا الذین امنو اتقو اللّٰہ ....

ان ارشاد ربانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے اُمت مسلمہ کے عام افراد کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اُن لوگوں کی معیت اور صحبت اختیار کریں اور ان کی حلقہ بگوشی میں دلجمعی کے ساتھ بیٹھے رہا کریں، جو صبح و شام اللہ کے ذِکر میں سرمست رہتے ہیں اور جن کی ہر گھڑی یادِ الٰہی میں بسر ہوتی ہے۔ اُنہیں اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے کسی اور چیز کی طلب نہیں ہوتی، وہ ہر وقت اللہ کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں اور وہ اللہ کے سچے بندگان میں سے ہوتے ہیں۔ یہ بندگانِ خدا صرف اپنے مولا کی آرزو رکھتے ہیں اور اسی کی آرزو میں جیتے ہیں اور اپنی جان جاں آفریں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اللہ

کے ولیوں اور ماموروں کی یہ شان ہے کہ جولوگ اللہ تعالیٰ کے ہونا چاہتے ہیں انہیں چاہیے کہ سب سے پہلے وہ ان مامورین کی صحبت اختیار کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی معیت میں لیا ہوتا ہے چونکہ وہ خود اللہ کے قریب ہیں اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے عامتہ المسلمین کو ان کے ساتھ جڑ جانے کا حکم فرمایا ہے

مولانا رومؒ نے یہی قرآنی نکتہ اپنے اس خوبصورت شعر میں یوں بیان کیا ہے:

ہر کہ خواہی ہمنشینی باخدا

او نشیند صحبتے با اولیاء

ترجمہ: ''جو کوئی اللہ تعالیٰ کی قربت چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے''۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی مامور اور امام آیا کرتے ہیں ان کو قبول کرنا اور ایمان لانا ضروری ہوتا ہے کیونکہ تمام برکتیں ان سے وابستہ کر دی جاتی ہیں۔ اور ان کے بغیر ہر طرف تاریکی اور جہالت ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: ''جو شخص (خدا کے مقرر کردہ) امام کو قبول کئے بغیر مر گیا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے''۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 96)

''اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت قدیمہ کے تحت اس زمانے میں بھی ایک عظیم انسان کو مجدد و امام مہدی کا رتبہ دے کر اسلام کی تجدید کے لئے کھڑا کیا اور ان کے متعلق رسول اللہ صلعم کی تاکیدی وصیت ہے کہ

''جب تم اسے دیکھو تو اس کی ضرور بیعت کرنا خواہ تمہیں برف کے تودوں پر گھٹنوں کے بل بھی جانا پڑے۔ کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہوگا''۔ (مستدرک حاکم کتاب الفتن والملاحم باب خروج المہدی)

آپ نے امام مہدی کی بیعت اور اطاعت کرنے کے متعلق تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔ جس نے امام مہدی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی''۔ (حج الکرامہ صفحہ 351) نیز (لوائح الانوار البھیمہ جلد 2 صفحہ 80)

سلام پہنچاؤ:

حضور صلعم نے اپنی امت کو ارشاد فرمایا کہ امام مہدی اور مسیح موعود کو میرا سلام پہنچاؤ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا۔ تم میں سے جو کوئی عیسیٰ بن مریم کو پائے اسے میری طرف سے سلام پہنچائے''۔ (الدار المنشور جلد 2 صفحہ 245)

اس بارہ میں حضور صلعم کی خواہش اور تمنا غیر معمولی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اگر میری عمر لمبی ہوتی تو میں عیسیٰ بن مریم سے خود ملوں گا اور اگر مجھے وفات آ گئی تو تم میں سے جو شخص بھی اس کو پائے اسے میری طرف سے سلام پہنچائے''۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 298)

ایمان واجب ہے:

ان تمام ارشادات سے نتیجہ نکالتے ہوئے علامہ اسفرائنی فرماتے ہیں: ''ظہور مہدی پر ایمان واجب ہے جیسا کہ یہ امر علماء دین کے ہاں تسلیم شدہ ہے اور اہل سنۃ والجماعت کی کتب عقائد میں درج ہے''۔ (لوائح الانوار البھیمہ جلد 2 صفحہ 80)

بانی دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی

فرماتے ہیں ''ایک وقت آئے گا جب امام مہدی علیہ السلام بھی پیدا ہوں گے۔ اور اس وقت جو ان کی اتباع نہ کرے گا اور امام پہچان کر ان کی پیروی نہ کرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا''۔ (قاسم العلوم مع ترجمہ انوار النجوم صفحہ 100)

بزرگانِ امت کی خواہش

یہی وجہ کہ صحابہ رسول اور بزرگان امت ، رسول اللہ صلعم کا سلام پہنچانے کے لئے بےقرار رہے اوراپنی نسلوں کو بھی نصیحت کرتے رہے۔

حضرت علیؓ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں ''میری جان اس پر قربان ہو۔اے میرے بیٹو ، اسے تنہا نہ چھوڑ دینا اور جلدی سے اس کے ساتھ ہوجانا''۔(شرح دیوان علی جلد 2 صفحہ 97)

بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

فرماتے ہیں:''اس فقیر کی بڑی آرزو ہے کہ اگر حضرت روح اللہ علیہ السلام کا زمانہ پاوے تو پہلا شخص جو سلام پہنچاوے وہ میں ہی ہوں۔اور اگر وہ زمانہ مجھے نہ ملے تو میری اولاد یا متبعین میں سے جو کوئی اس مبارک زمانہ کو پاوے وہ رسول اللہ صلعم کے سلام پہنچانے کی بہت آرزو کرے کیونکہ ہم لشکر محمدیہ صلعم کے آخری لشکر میں سے ہوں گے''۔(مجموعہ وصایا اربعہ صفحہ 84)

حضرت ابوہریرہؓ کی اس نصیحت کو درج کر کے اپنی اولاد کو یہی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''تم میں سے جو کوئی عیسیٰ کو پاوے وہ ان سے میرا اسلام کہے۔ یہ خطاب ہے ساری امت کو۔ میں بھی ایک فرد اسی امت کا ہوں اگر میں نے ان کو پایا تو سب سے پہلے میں ہی انشاء اللہ سلام رسول صلعم کو پہنچاؤں گا۔ورنہ میری اولاد میں سے جو کوئی ان کو پاوے بڑے حرص سے سلام نبوت کو ان تک پہنچادے تاکہ پھر لشکر کتائب محمدیہ میں سے میں ہی ہوں یا میری اولاد ہوئے''۔(اقتراب الساعۃ صفحہ 194)

حضرت مومون دہلوی

تیرھویں صدی کے مجدد شہید بالاکوٹ حضرت سید احمد شہید کے درباری شاعر حضرت مومن دہلوی نے دلی آرزو کا اظہار اس طرح کیا ہے:

زمانہ مہدی موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے تو کہیو سلام پاک حضرت کا

مدعی موجود ہے

یہ وہ مبارک زمانہ ہے جس میں عین چودھویں صدی کے سر پر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی جماعت احمدیہ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ میں ہی امام مہدی اور مسیح موعود ہوں۔اور آپ کے حق میں خدا نے بڑے بڑے نشان دکھائے اور سابقہ کتب میں درج پیشگوئیاں پوری کیں۔پس آپ کے دعویٰ ہر مسلمان کے لئے قابل توجہ ہے اگر آپ واقعتاً وہی امام مہدی ہیں جن کا تمام امت مسلمہ انتظار کر رہی ہے تو آپ کو قبول کرنا اور ایمان لانا ضروری ہے ورنہ آپ خدا اور رسول اللہ صلعم کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔ پس سوچیں، غور کریں۔اپنے خدا سے پوچھیں اور جب شرح صدر ہوجائے تو اس کو رسول اللہ صلعم کا سلام پہنچا کر جماعت احمدیہ میں داخل ہوجائیں۔

ہم نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، قرآن اور رسول کا مانتے ہیں، آپ کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ ماموِر من اللہ کا جواب:

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی، مسیح موعود و مہدی معہودؑ

''چند مولوی اور طلباء آئے۔حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم نمازیں پڑھتے ہیں۔روزے رکھتے ہیں۔قرآن اور رسول کو مانتے ہیں۔ آپ کو ماننے کی کیا ضرورت ہے؟

اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا: انسان جو کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے، وہ سب موجب معصیت ہوجاتا ہے۔ایک ادنیٰ سپاہی سرکار کی طرف سے کوئی پروانہ لے کر آتا ہے تو اس کی بات نہ ماننے والا مجرم قرار دیا جاتا ہے اور سزا پاتا ہے۔مجازی حکام کا یہ حال ہے تو احکم الحاکمین کی طرف سے آنے والے کی بےعزتی اور بےقدری کرنا کس قدر عدولِ حکمی اللہ تعالیٰ کی ہے۔خدا تعالیٰ غیور ہے۔اس نے مصلحت کے مطابق عین ضرورت کے وقت بگڑی ہوئی صدی کے سر پر ایک آدمی بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلائے۔اس کے تمام مصالح کو پاؤں کے نیچے کچلنا ایک بڑا گناہ ہے۔

کیا یہودی لوگ نمازیں نہیں پڑھا کرتے تھے؟ بمبئی کے ایک یہودی نے ہم کو لکھا کہ ہمارا خدا وہی ہے جو مسلمانوں کا خدا ہے اور قرآن شریف میں جو صفات بیان ہیں وہی صفات ہم بھی مانتے ہیں۔ تیرہ سو برس سے اب تک ان یہودیوں کا وہی عقیدہ چلا آتا ہے مگر باوجود اس عقیدہ کے ان کو سور اور بندر کہا گیا۔ صرف اس واسطے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا۔
(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 494-497۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پس جب کسی امام و مجدد کو اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کے نفع کے لئے دین کی تجدید کے واسطے مبعوث کرتا ہے تو اس کا ماننا اس زمانہ کے لوگوں کے لئے جن کو اس کی دعوت تبلیغ پہنچی کیوں فرض نہیں۔ کیا خدا کے اس فعل کو عبث قرار دیا جائے گا۔ کیا ایک مجدد یا امام کی بعثت جسے خدا خدمت دین کے لئے کھڑا کرتا ہے یونہی فضول اور بیکار ہوا کرتا ہے کہ کسی کے دل کیا تو اسے مان لیا اور دل کیا تو نہ مانا۔ آخر ایک مصلح، امام یا مجدد کی بعثت کی کوئی غرض جناب الٰہی کو مدنظر ہوتی ہے یا یونہی بیکار ناحق کا ایک فتنہ کھڑا کر دینا کوئی خوبی نہیں۔ پس امام و مجدد کا منکر تقویٰ کا منافی اور جہالت کی موت مرتا ہے۔ امام الزماں سے روگردانی خدا کی گرفت کا سبب بنتی ہے۔

اللہ کی شکر گزاری

ہمیں اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ ہمارے بزرگوں کی وساطت سے اللہ نے ہمیں مامور من اللہ کی پہچان کروائی۔

☆☆☆☆

بقیہ برلین رپورٹ

جس پر حضرت مولانا مرحوم کے بیٹوں اور بیٹیوں کے دستخط موجود ہیں۔ یہ وہ موقع تھا جب محترم مذہبی رہنما لاہور احمدیہ انجمن کے مرکز دارالسلام گارڈن ٹاؤن تشریف لائے اور چند دن قیام بھی کیا۔

برلین مسجد اور امام کی 2019ء کے کیلنڈر پر تصویر

ایچ ڈبلیو پی ایل کی بین المذاہب تنظیم نے 2019ء کے لئے کیلنڈر پر برلین مسجد اور اس کے امام کی تصویر شائع کی۔ جہاں یہ ایک فخر کی بات ہے وہاں اس کے ذریعہ برلین مسجد کا تعارف تنظیم کی دنیا کی تمام شاخوں میں موثر طریق پر تعارف کا ذریعہ بنی۔

21 فروری۔ مندرجہ بالا تنظیم نے ہی اپنے ایک اجلاس میں ''مذاہب میں گناہ کے تصور اور اسلام کا اس بارے میں نقطہ نگاہ کے موضوع پر مختلف مذاہب کے نمائندوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ امام برلین مسجد نے اس بارے میں اسلامی نقطہ نگاہ کے علاوہ اس بات پر زور دیا کہ اگر گناہ کا مرتکب صدق دل سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے اور طرز زندگی بدل لے تو خدا جو انتہائی رحم والا ہے وہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اسلام میں موروثی گناہ کا کوئی تصور نہیں۔ اس لئے کہ یہ بات مذہب کے روحانی اصلاح کے پہلو کو بالکل نظر انداز کرتا ہے۔

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ فروری 2019ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

مختلف ممالک کے نمائندوں کا ایک گروپ برلین مسجد میں

یکم فروری۔ اس وفد میں زیادہ تر طلباء تھے۔ ان کا تعلق جرمنی، چلی، چین ،تھائی لینڈ، جاپان اور ویٹنام سے تھا۔ برلین مسجد کی تاریخ اور تبلیغی سرگرمیوں کی تفصیل پیش کرنے کے بعد سوال و جواب کا ایک لمبا سلسلہ ہوا۔ جو انتہائی معلوماتی اور دلچسپ تھا۔

انور ظہیر صاحب کی کتاب کی رونمائی

10 فروری۔ اردو انجمن، برلین نے محترم انور ظہیر صاحب، معروف کہانی نویس کی کتاب کی رونمائی کی تقریب منعقد ہوئی۔ مصنف نے امام برلین مسجد محترم عامر عزیز صاحب کو اپنی کتاب اپنے دستخط کے ساتھ تحفتہً پیش کی۔ اس تقریب میں برلین ،فرینکفورٹ اور سوئٹزلینڈ سے علمی شخصیتوں نے شرکت کی۔

پروفیسر لالت وچانی، بھارت کے برلین مسجد میں

11 فروری۔ پروفیسر لالت جو بھارت کے ایک معروف فلم پروڈیوسر، مرتب اور مصنف ہیں۔ آج کل جرمنی میں گوٹن جن یونیورسٹی میں سیاسی دستاویزی فلم بنانے اور اس کے فلسفہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ پروفیسر صاحب موصوف محترمہ ڈاکٹر گرڈین یونکر اور ہندوستان کے ہی ڈاکٹر رزاق خان کے ہمراہ برلین مسجد تشریف لائے۔ ڈاکٹر خان بھی ہندوستان سے اسی یونیورسٹی میں آرکیالوجی کے بارے میں کام کر رہے ہیں۔ پروفیسر لالت سے احمدیوں پر تشدد اور مشکلات کے بارے میں امام برلین مسجد محترم عامر عزیز صاحب سے تبادلہ خیال کیا۔ انہوں نے اس بات کی خواہش کا اظہار بھی کیا کہ وہ برلین مسجد پر دستاویزی فلم بنائیں گے۔

اے کے آر بین المذاہب تنظیم کا اجلاس

14 فروری۔ برلین کے ایک مقامی چرچ میں منعقد ہوا۔ برلین میں اپنی نوعیت یہ سب سے پرانی تنظیم ہے۔ اس اجلاس میں موضوع زیر بحث تھا "کیا آج کی دنیا میں نظریاتیت یا مادیت کی ضرورت ہے"۔ کافی سنجیدہ موضوع تھا۔ امام مسجد برلین کو بھی اس موضوع میں شرکت کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔ مختلف مذاہب کے نمائندوں نے اس میں شرکت کی۔ آخر میں امام برلین مسجد نے اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور سوالات کے جوابات بھی دیئے۔

حضرت مولانا محمد علیؒ کی تصویر جونیشن آف اسلام کے مرحوم سربراہ والس ڈی محمد کو پیش کی گئی

برلین میں موجود پرانے دستاویزات اور تصاویر میں حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی اس تصویر کی کاپی ملی جو اپریل 11، 1976ء میں نیشن آف اسلام کے اس وقت کے مذہبی رہنما جناب والس ڈی محمد کو پیش کی گئی تھی

(بقیہ صفحہ نمبر 23)

ملفوظات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ (مجدد صد چہاردہم)

آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ دکھاتا ہوں

جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے گا

میں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور انسان کے ساتھ حق ہمدردی بجالاؤ اور اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہوا ہے اور تم جو میرے ساتھ ہو ایسے مت ہو، تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے کیا یہی کہ ہر وقت مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو؟ نہیں بلکہ مذہب اس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی بجز اس کے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ دکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور سب نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام، تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو اور ہمدردِ نوح انساں ہو جاؤ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اُترتے ہیں مگر یہ ایک دن کا کام نہیں۔ ترقی کرو۔ ترقی کرو۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو، جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے یہاں تک کہ آخر آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرق کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جزو بن گئی تھی کچھ آگ سے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یک دفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتداء میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے اور تمہاری ساری نجات اسی سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قد افلح من زکھا، یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے میلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا۔ (ملفوظات احمدیہ حصہ سوئم صفحہ 120)